يَآ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ (القرآن)

دعوتی، اصلاحی، فکری اور تعلیمی مجلہ

دوماہی تبلیغ القرآن پشاور

جلد 1

شمارہ 6

نومبر اور دسمبر 2014ء، محرم / صفر ۱۴۳۶ھ

نگران
مولانا مفتی محمد ایاز درانی

مدیر
مولانا سید کفایت بخاری

مدیر منتظم
مولانا حشمت علی صافی

یکے از مطبوعات جامعہ تبلیغ القرآن یوسف آباد پشاور

فہرست مضامین

تعلیم القرآن	ضیاء البیان فی تفسیر القرآن — علامہ عطاء اللہ بندیالوی	3
تعلیم الحدیث	ادارہ	6
ندائے حق	مدیر	7
فہم القرآن	میاں محمد الیاس	10
اصلاحی عقائد واعمال	مولانا منظور نعمانیؒ	15
محرم کی حقیقت	مولانا مفتی محمد ایاز	18
دعوت وتحریک	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	25
حالات حاضرہ	ڈاکٹر محمد امین	34
مقالات ومضامین	مولانا مفتی محمد ایاز	36
تعمیر فکر وکردار	محمد بشیر جمعہ	41
تعلیم وتربیت	لقمان احمد	48
گوشۂ خواتین	ڈاکٹر سمیہ راحیل	52
اخبار واحوال	محمد بلال خلیل	56

قیمت فی شمارہ 30 روپے زر سالانہ ---- 160 روپے

سالانہ زر تعاون بیرون ممالک: 20 ڈالر

بینک اکاؤنٹ نمبر: 012003200-8

بینک کوڈ: 0864

الائیڈ بینک لمیٹڈ فقیر آباد برانچ پشاور پاکستان۔

برائے رابطہ:

فون: 300 45 22-91-92+، موبائل: 151 93 93-333(0)92+

مجلس ادارت

پروفیسر ڈاکٹر محمد عمر

پروفیسر ڈاکٹر دوست محمد خان

مولانا ڈاکٹر اکرام الحق یاسین

مولانا ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف

انجینئر میاں محمد الیاس

پروفیسر سید طاہر شاہ

مفتی ضیاء الحق

جناب یوسف ظفر

مفتی سراج الحق

ابو ثاقب شکیل احمد

خط وکتابت کا پتہ

مجلہ "تبلیغ القرآن"

جامعہ تبلیغ القرآن

یوسف آباد ولہ زاک روڈ پشاور پاکستان۔

ای میل

mujalla.jamiatq@gmail.com

ویب سائٹ

www.alishaat.com

پبلشر:۔ حشمت علی صافی

پرنٹر:۔ العلم پبلشنگ سروسز

ترسیل انچارج

قاری احتشام الحق

0333-9393151

ضیاء البیان فی تفسیر القرآن

علامہ عطاء اللہ بندیالوی

سورۃ البقرۃ (آیت ۴۰ تا ۴۷)

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝ وَاٰمِنُوْا
بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۠ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ۝ وَلَا
تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝
اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ
وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَي الْخٰشِعِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝

ترجمہ:

- اے بنی اسرائیل میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی اور تم پورا کرو میرے ساتھ کیے ہوئے عہد کو، میں پورا کروں گا اس عہد کو جو میں نے تمھارے ساتھ کیا ہے اور صرف مجھ سے ڈرو۔ (۴۰)
- اور اس کتاب (قرآن) پر ایمان لاؤ جو میں نے تمہاری کتاب (تورات) کی تصدیق میں نازل کی ہے اور تم اس کتاب کے پہلے انکاری نہ بنو اور میری آیتوں کو تھوڑی سی قیمت کے بدلے فروخت نہ کرو اور صرف مجھ ہی سے ڈرو۔ (۴۱)
- اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور نہ حق کو چھپاؤ۔ حالانکہ تم (اسے) جانتے ہو۔ (۴۲)
- اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ (۴۳)
- کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو۔ کیا تمہیں اتنی بھی عقل نہیں؟ (۴۴)

- نمازاور صبر کے ذریعہ (اللہ سے) مدد مانگو اور یقیناً یہ چیز بھاری ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر (بھاری نہیں) (۴۵)
- جو یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار سے ملاقات کرنے والے ہیں اور یقیناً وہ اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ (۴۶)

تفسیر و تشریح

یَابَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ: سورۃ البقرہ کی آیات نمبر ۲۱ میں خطاب عام کرکے سب لوگوں کو دعوت توحید دی گئی۔ اب یہاں سے لے کر آیات نمبر ۱۲۳ تک خطاب خاص ہے اور روئے سخن یہود کی طرف پھیر دیا گیا ہے۔ یہودیوں میں بڑے بڑے علماء درویش اور گدی نشین موجود تھے، عرب میں اور خاص کرکے مدینہ اور مدینہ کے گردنواح میں انہیں وقار اور احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ ان کی اصلاح سے پوری قوم کی اصلاح ہو سکتی تھی۔ چار ہزار سال تک سلسلہ نبوۃ ان میں جاری رہا، ہزاروں انبیاء ان میں پیدا ہوئے، اسلئے عرب کے باشندوں میں یہود کو ایک مقام حاصل تھا۔ ان آیات میں یہود کو سمجھانے کا ہر ممکن طریقہ استعمال کیا گیا۔ مدینہ کے یہود کے آباؤ واجداد پر کیے گئے انعامات کا تذکرہ کرکے، ان کے آباء واجداد کی ہٹ دھرمی اور خباثتوں کا تذکرہ کرکے، نزول قرآن کے وقت موجود یہودیوں کی بداعمالیوں اور اسلام دشمن سازشوں کا ذکر کرکے اور انہیں تخویف سناکے سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسرائیل عبرانی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی ہیں "عبداللہ" یہ سیدنا یعقوبؑ کا لقب ہے۔ ان کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔

اُذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ: نصیحت سے پہلے انعامات کا تذکرہ موثر حکمت عملی ہے۔ یہاں انعامات سے مراد وہ مادی وروحانی انعامات (دولت، حکومت، نبوۃ) ہیں جو بنی اسرائیل پر کئے گئے، جس کی تفصیل سورۃ المائدہ کی آیات نمبر (۲۰) میں کی گئی ہے۔ بنی اسرائیل سے تورات میں عہد لیا گیا تھا کہ آخری پیغمبر پر ایمان لاؤگے تو میں تم سے راضی ہو کر تمھیں جنت کا وارث بنا دوں گا۔ (کبیر) یا اس عہد سے مراد وہ عہد ہے۔ جس کا تذکرہ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۱۲ میں ہوا۔

اٰمِنُوۡا بِمَاۤ اَنۡزَلۡتُ: جو کتاب میں نے آخری پیغمبر پر نازل فرمائی ہے اسی پر ایمان لے آؤ۔ وہ کتاب توحید ورسالت اور قیامت جیسے اصولی میں مسائل میں پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ تم اس کا انکار

کرکے پہلے کافر نہ بنو کہ تمہاری دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی انکار کرنے لگیں گے اس نسبت سے تم پہلے کافر ٹھہروگے۔

وَلَا تَشْتَرُوْا: مراد ترجیح اور استبدال ہے۔ یعنی ایک شئی کی جگہ دوسری چیز کو اختیار کرنا۔ ثمناً کے ساتھ قلیلاً کی قید دنیا کی حقارت بتلانے کے لیے ہے۔ یعنی ساری دنیا کی دولت ایک آیت قرآن کے مقابلے میں قلیل ہے۔

اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ: میں یہود کو کفر وضلالت سے روکا گیا اور ایمان کی دعوت دی گئی، اور **لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ** میں انہیں دوسرے لوگوں کو گمراہ کرنے سے روکا جارہا ہے۔ لبس کے معنیٰ ہیں ڈھانپ لینا۔ خلط ملط کردینا، جس سے مخاطب مغالطہ میں پڑ جائے۔ مراد ہر طرح کی تحریف سے بچنا ہے۔ چاہے لفظی ہو یا معنوی

اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ: ایمان قبول کرنے کے بعد اسلام کے بتلائے ہوئے اعمال کی پابندی بھی کرو جیسے نماز وغیرہ۔

اَتَاْمُرُوْنَ: خطاب علماء یہود سے ہے جو لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کی تلقین کرتے تھے، مگر خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ تورات میں امام الانبیاء ﷺ کی صداقت کے دلائل موجود تھے، مگر یہود آپ پر ایمان لانے کے لئے تیار نہیں تھے۔

وَاسْتَعِیْنُوْا: صبر اصول حقہ پر مضبوط رہنے کا نام ہے اور نماز سراسر عاجزی ہے۔ صبر کا تقاضا یہ ہے کہ انسان حق بات پر اس طرح جم جائے کہ ساری دنیا کی مخالفت بھی اس جگہ سے نہ ہلاسکے اور صلوٰۃ کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس قدر عاجز ہو کہ اللہ کے آگے گر جائے اور اپنے نفس کو مٹادے۔ جب لوگوں کے سامنے انتہاء درجے کی استقامت اور اللہ ربّ العزت کے سامنے حد درجے کی عاجزی کسی شخص کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ تب کامیابی کے راستے آسان ہوجاتے ہیں اور دین کے راستے میں دکھوں کے دریا بھی راستہ دے دیتے ہیں۔ نماز اور صبر والی خصلت پر عمل پیرا ہونا مُشکل ضرور ہے مگر جن لوگوں کو اللہ کی ملاقات کا یقین ہے ان کے لیے آسان ہے۔

تعلیم الحدیث

خدمت خلق

ادارہ

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ وَ عَنْ عَبْدِ اللہِ رضی اللہ عنہ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْخَلْقِ عَیَالُ اللہِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عَیَالِہٖ [البیھقی۔مشکواۃ]

ترجمہ:

سیدنا انسؓ اور سیدنا عبداللہؓ دونوں کا بیان ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا : "ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے تو اللہ کو اپنی تمام مخلوق میں وہ شخص سب سے زیادہ محبوب ہے جو اللہ کی مخلوق کے ساتھ بھلائی سے پیش آئے"

تشریح:

ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔۔۔یہ اسلوب بیان مخلوق سے اللہ تعالیٰ کی بے پناہ محبت و تعلق کو ظاہر کرنے کے لیے ہے۔ ورنہ اللہ تو صمد ہے، نہ اس کے کوئی اولاد ہے، نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔۔۔کنبے اور خاندان سے محبت ایک فطری جذبہ ہے، سارے انسان اللہ کی مخلوق ہیں اور یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ خالق کو اپنی مخلوق سے پیار ہونا چاہئیے۔اب جو شخص اللہ کی مخلوق سے محبت کرے، ان کے کام آئے ،ان کی ضرورتیں پوری کرے۔ان کے دکھ درد میں شریک ہو ، اور ان کے مسائل میں دلچسپی لیکر، انکے کام بنائے۔اللہ کی نظر میں وہ انسان سب سے زیادہ محبوب ہونا چاہیے۔اور یہی بات اللہ کے رسول ﷺ نے اس حدیث میں بتائی ہے

دھرنے باز سیاست اور مابعد

مدیر

عمران خان اور طاہر القادری کے دھرنے اپنے منطقی انجام کی منزل کو جا ہی لگے مگر لا تعداد ہمہ جہتی سوالات پیدا کر گئے۔جب دھرنے باز قائدین کو تقریباً تمام منہ مانگی مرادیں مل رہی تھیں اور حکومت سخت دباؤ میں تھی تو ان قائدین کی بے دانشی و بے بصری سامنے آگئی اور وہ ہفت آسمان سے نیچے اترنے پر آمادہ نہ ہو پائے۔آج صورتحال یوں بن گئی ہے کہ انہیں دھرنوں سے جان چھڑانے کا کوئی راستہ نظر نہیں آرہا،اپوزیشن جرگہ کے قائد سراج الحق صاحب چاہتے ہیں کہ ان دھرنے بازوں کو مایوس اور ناکام واپس نہ بھیجا جائے بلکہ انکی فیس سیونگ کا سامان ضرور کیا جائے۔پاکستانی سیاست کا یہی وہ رُخ ہے جہاں وہ ایک مکمل ٹریڈ یونین کی طرح نظر آتی ہے۔انہیں شریعت،آئین، قانون،اخلاق اور مفاد عامہ کسی چیز سے کوئی غرض نہیں،بلکہ وہ صرف اپنے ارکان یونین کے مفادات کا تحفظ کرتے ہیں۔

تقریباً دو ماہ مکمل دھرنوں میں جو زبان استعمال ہوئی جس طرح صبح وشام بیان پر تبدیل ہوئے اور مسلسل جھوٹ بولا جاتا رہا، اُس سے دھرنے باز جماعتوں کے اراکین کی اخلاقی جس ذرہ بھر بیدار نہ ہوئی۔سوچیئے کہ ہم اخلاقی گراوٹ کی کسی پستی میں جا گرے ہیں۔

ان دھرنوں میں ہر آن ہر گھڑی پاکستانی ریاست کو چیلنج کیا گیا، پاکستانی آئین کو توڑا گیا اور پاکستانی قانون کو جوتے کی نوک پر رکھا گیا،اجتماعی زندگی میں لمبے عرصہ تک ان کے منحوس اثرات کو بھگتنا پڑے گا۔مگر ابھی سے دو ”پنجابی“ سیاستدانوں کے حوالے سے دوسرے صوبوں کو جو پیغام ملا ہے،وہ ریاست کیلئے از خطرناک اور وفاقی سوچ رکھنے والوں کیلئے نہایت تکلیف دہ ہے۔وہ صاف لفظوں میں کہتے ہیں بلکہ وہاں کے پریس میں بھی یہ باتیں آنا شروع ہو گئی ہیں کہ ہمارا کوئی آدمی کچھ کہے یا کرے تو فوراً ریاست کو اپنی رٹ یاد آجاتی ہے اور قانون بھی حرکت میں آجاتا ہے مگر ان دو دھرنے بازوں کیساتھ خصوصی سلوک صرف ان ”پنجابی“ ہونے کی وجہ سے ہے۔خدارا! اس سوچ کے آگے بند باندھیے اور اس کا مداوا

کیجئے، کہ آپ کے اکاؤنٹس، اثاثے اور محلات تو بیرون ملک ہوں گے مگر ہمارا سب کچھ ہمارا پاکستان ہے اور یہی بات ہمارے لئے باعث ہزار فخر ہے۔

ان دو مہینوں میں فوج کے کچھ سابقہ اور موجودہ عہدیداروں کا نام بھی سامنے آتا رہا ہے۔ ابھی تک انہیں کسی نے نہیں پوچھا، اگر انہیں قانون کے شکنجے میں نہیں لایا جاتا اور غیر جانبدارانہ تحقیقات کے بعد ان کا کڑا احتساب نہیں کیا جاتا تو عوام اور فوج کا باہمی محبت بھرا رشتہ کمزور ہونے سے نہیں بچ سکے گا۔ کسی بھی دستوری ریاست میں کوئی فرد یا ادارہ آئین و قانون سے بالاتر نہیں ہوتا۔ ورنہ وہ ریاست سرزمین بے آئین اور جنگل کا رُوپ اختیار کر لیتی ہے۔

ان دھرنوں نے ملکی معیشت پر جو منفی اثرات مرتب کئے اور ان کی وجہ سے ہمارے بین الاقوامی تعلقات پر جو اثر پڑا، جیسے چینی صدر کا دورہ ملتوی ہونا وغیرہ، ان کے پیش نظر دھرنے بازوں کی حب الوطنی اور سیاست فہمی پر بہت بڑا سوالیہ نشان لگ گیا ہے۔

ہمارے میڈیا نے جس طرح ان دھرنوں کی کوریج کی اور انہیں کامیاب بنانے کا پورا پورا سامان جیسا کہا، وہ بھی قابل غور ہے، کیا میڈیا اپنی آزادی کو کسی قاعدے قانون کا پابند نہیں سمجھتا یا بعض میڈیا ہاؤسز کے مفادات جیسے اور وابستہ ہیں!

اس بحران کے دوران میں تمام پارلیمانی جماعتوں نے حکومت کا ساتھ دیا جو پاکستانی سیاست میں بہت بڑی مثبت تبدیلی ہے۔ لیکن اس میں خود حکومت کا کوئی کمال نہیں بلکہ یہ جمہوریت کا حسن ہے، ورنہ اہل حکومت اپنی نااہلیوں سے باز آتے نظر نہیں آرہے۔ وزراء کی کارکردگی جانچنے کا کوئی میکنزم نہیں، حکومت میں کسی سطح پر نون لیگ کا کوئی عمل دخل نہیں۔ بلکہ عملاً پارٹی معطل ہے اور چند منظور نظر افراد کرتا دھرتا بنے ہوئے ہیں۔ قوم کے سروں پر "شریف" خاندان کے نوجوانوں کو سوار کر دیا گیا ہے اور وہ منتخب نمائندوں کے اختیارات سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ یہ کون سی جمہوریت ہے اور یہ کس قاعدہ قانون کے مطابق ہے! خدارا! عقل کے ناخن لیں اور اس بحران سے سبق سیکھتے ہوئے اپنے انداز شہنشاہیت کو تبدیل کریں اور ملک میں قاعدہ قانون کی حکمرانی کو یقینی بنائیں۔ سرکاری محکموں میں سیاست اور ارکان

پارلیمنٹ کی مداخلت ختم کریں اور افسروں کو (ایم این اے، ایم پی ایز) کے سامنے نہیں بلکہ اپنے اپنے محکمہ کے سامنے جوابدہ بنائیں۔

بلدیاتی انتخابات لازمی آئینی تقاضا ہے اور ان سے بھاگنا آپ کی بدنامی میں اضافہ ہی کر رہا ہے۔ امن وامان، مہنگائی اور لوڈشیڈنگ اس وقت کے بنیادی مسئلے ہیں اور ان کے حوالے سے مثبت پیش رفت نظر نہ آنا آپ کی کریڈیبلٹی کو ضائع کر رہا ہے۔

آخری گذارش یہ ہے کہ آپ مسلمان ہیں اور آپ کی جماعت کا نام بھی مسلم لیگ ہے، اسلئے خُدا کیلئے اسلام اور اسلامی تہذیب کے خلاف اٹھائے گئے تمام اقدامات واپس لیں اور اس بات کو یقینی بنائیں کہ آئندہ اسلام اور اسلامی تہذیب کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھایا جاسکے۔

سید کفایت بخاری (۱۸ اکتوبر ۲۰۱۴ء)

مجلس سے اٹھنے کی دعا

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہے کہ اسے پیمانہ بھر بھر کر (ثواب) ملے تو وہ اپنی مجلس کے آخر میں یا مجلس سے اٹھتے وقت یہ کلمات کہا کرے:

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ [کتاب الاذکار بحوالہ ابو نعیم: ۳۸۲]

ترجمہ: "تمہارا پروردگار جو رب العزت ہے، ان تمام باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ (یعنی کفار اور مشرکین) اس کے لئے بیان کرتے ہیں اور سلام ہو رسولوں پر، اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔"

مولانا حسین علی الوانیؒ کا منہج تفسیر

میاں محمد الیاس

مولانا حسین علی الوانیؒ سے اللہ تعالیٰ نے اصلاح ودعوت ،علوم قرآنی کی نشر واشاعت اور توحید خالص کے احیاء واعلائ کا جو کام لیا۔ اور اسکے جو دور رس اثرات مرتب ہوئے ۔انکو ہم درج ذیل پانچ شعبوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

(۱) قرآن حکیم کی ترجمانی ، مسلمانوں میں اسکے پیغام (Massage) تعلیمات (Teaching)اور مضامین (Subject) کی اشاعت عام اور اس کے ذریعے سے عقائد کی اصلاح اور دین خالص سے عوام وخواص کے براہ راست ربط و تعلق کی سعی جمیل۔

(۲) مشرکانہ عقائد ورسوم اور بدعات کا مقابلہ اور اس کی بھرپور تردید ومذمت کے ساتھ ساتھ توحید خالص اور سنّت حقہ کے احیأ کی مجددانہ مساعی۔

(۳) اجتہاد فی الحدیث اور اسناد کی پرکھ کے ذریعے مسلمانوں میں مروجہ بعض رسوم کی اصلاح نیز حدیث وفقہ کی تطبیق کی مخلصانہ کاوش۔

(۴) تصوف وسلوک سے عجمی اثرات کا خاتمہ اور مجددی سلوک کے آسان وسہل طریق کا اجراء۔

(۵) ان مردان کار کی تربیت جو وقت اور حالات کے تقاضوں اور دین کے حقیقی مطالبوں کے مطابق دعوت واصلاح کا کام کریں۔اور اس مشن کو آگے بڑھائیں۔

حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کے اسلوب تفسیر کو سمجھنے کیلئے مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا از حد ضروری ہے۔

۱)۔ انکی طبیعت پر اختصار کا بہت غلبہ تھا۔ علوم اسلامیہ بالخصوص مضامین قرآن کو سمجھنے اور بیان کرنے میں انہیں الہامی دسترس حاصل تھی ۔ چنانچہ انہوں نے قرآن پاک حسب ذیل طریق سے بیان کیا۔

(الف) قرآنی سورتوں کے مختصر خلاصے جسکی مثال تفسیر بے نظیر ہے۔

(ب) قرآنی سورتوں کے طویل اور مفصل خلاصے جن کا نمونہ بلغۃالحیران ہے اور جنہیں شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ نے تفسیر جواہر القرآن میں نقل کیا۔

(ج) ربط بین السورۃ وربط بین الآیات۔ جنہیں تفسیر بے نظیر اور تفسیر جواہر القرآن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

۲) حضرت مولاناؒ نسخ آیات میں کلی طور پر نسخ کے موجود مصحف میں کوئی آیات مہمل اور بے عمل رہ جائے۔کے قائل نہ تھے۔ان کے نزدیک قرآن پاک کی کوئی آیت مکمل طور پر منسوخ نہیں۔اس سلسلے میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیئے کہ علماء مقتدین تو پانچ سو آیات قرآنی کے نسخ کے قائل ہیں۔ جبکہ علامہ سیوطیؒ صرف بیس آیات کے۔شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے علامہ سیوطیؒ کی بیان کردہ بیس آیات میں سے پندرہ کی توجیہہ کرکے صرف پانچ آیات کو منسوخ مانا ہے۔اور فرمایا ہے کہ ان پانچ میں بھی تاویل کا باب کھلا ہے،ان پانچ کی بھی مناسب تاویل ممکن ہے۔ جبکہ حضرت مولانا حسین علیؒ نے ان پانچ آیات کی بھی انتہائی مناسب توجیہہ کردی ہے

۳) حضرت مولاناؒ کے مطابق قرآن پاک میں عموماً چھ مضامین بیان ہوئے ہیں۔

(۱) توحید (۲) رسالت (۳) قیامت (۴) احکام (۵) احوال مومنین (۶) احوال منکرین

۴) حضرت مولاناؒ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک بااعتبار مضامین چار بڑے حصوں میں منقسم ہے اور ہر حصہ لفظ الحمد اللہ سے مصدر یعنی شروع ہوتا ہے۔

حصہ اول: [سورۃ فاتحہ تا سورۃ انعام]

مسئلہ خالقیت: کائنات کا خالق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ کوئی دوسرا خواہ وہ کتنا ہی بلند مرتبہ کیوں نہ ہو۔اس میں اللہ تعالیٰ کا شریک سہیم فریق، مشیر یا وزیر نہیں۔ پھر اس دعوی یا مسئلہ کو دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت کیا گیا ہے۔ مباحث اور مسائل اگرچہ اور بھی ہیں مگر یہ مسئلہ مرکز و محور کی حیثیت رکھتا ہے۔

حصہ دوم: (سورۃ انعام تا سورۃ کہف)

مسئلہ ربوبیت: یعنی ہر چیز کا پرورش کنندہ اور روزی رساں صرف اللہ تعالیٰ ہے۔جو ہر ذی روح کو اسکے مزاج اور طبع کے مطابق رزق دے رہا ہے۔

حصہ سوم: (سورۃ کہف تا سورۃ فاطر)

مسئلہ تصرف واختیار: اس حصہ کا دعویٰ اور محور ومرکز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کائنات کا حاکم ومالک (بادشاہ) اور متصرف فی الامور ومنتظم ہے۔ سارا نظام وہ خود ہی چلا رہا ہے۔اور کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔ اپنی مخلوق پر کسی کو متصرف ومنتظم نہیں بنایا۔اس نظریہ کے اثبات میں ہر قسم کے دلائل ہیں۔

حصہ چہارم: (سورۃ فاطر تا سورۃ الناس)

مسئلہ قیامت وشفاعت: اس حصہ میں موجود نظام عالم کی شکست وریخت، اور نئے جہانوں کے عالم وجود میں آنے کا بیان ہے۔اور یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ وقوع قیامت اور بعد کے حالات و واقعات کا انتظام واہتمام بھی اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔اور ان صفات ولوازمات میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک وسہیم نہیں اور نہ ہی کوئی ہوسکتا ہے۔اور اس لیئے اس روز بغیر اِذن الٰہی کوئی شفاعت کرنے والا بھی نہ ہوگا۔

۵) ہر سورۃ کا ایک مستقل موضوع اور دعویٰ ہے۔اسکا اثر ہر آیت پر ہوتا ہے۔ درخت کے بیج کی طرح اسکا اثر شاخوں اور پتوں پر ہوتا ہے۔ بعینہٖ ساری سورۃ اپنے موضوع کے گرد گھومتی ہے۔

۶) حضرت مولاناؒ نے قرآن پاک کی تشریح وتفسیر میں ایسی اصطلاحات اختیار فرمائی ہیں۔ اور انہیں جس طریقہ سے بیان کیا ہے۔ اس کی مثال انکے ہم عصر دوسرے مفسرین میں نہیں ملتی اور یہ وصف تنہا انہی کا ہے۔

۷) انہوں نے فہم قرآن اور صرف ونحو کے جو قوانین بیان کیے ہیں انہیں پیش نظر رکھ کر ہی ان کے اسلوب تفسیر کو سمجھا جاسکتا ہے۔ [تفسیر بے نظیر مع حاشیہ بدر منیر ۲۶۲تا۲۶۷]

حضرتؒ کا فلسفہ فہم قرآن پاک:

قرآن پاک کو سمجھنے اور سمجھانے میں حضرت مولاناؒ نے جو اصول اختیار کیے انکا رنگ ڈھنگ امام ابن تیمیہؒ سے ملتا جلتا تھا۔ چنانچہ فہم قرآن کے سلسلے میں انکے طے کردہ اصول سبعہ اور قوانین کو بہت اہمیت حاصل ہے اور یہی انکی فکر کا محور و مرکز ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ:

(۱) قرآن پاک بسا اوقات اپنی تفسیر خود کرتا ہے۔ اس لئے قرآن کو قرآن کے ذریعے سمجھا جائے۔ قرآن پاک کا اعجاز ہے کہ تکرار محض سے پاک ہے۔ اسکے مضامین کو تکرار کے ساتھ بیان کرنے کی حکمت یہ ہے کہ ایک مقام کے اختصار کو دوسرے مقام پر تفصیل سے بیان کردیا جائے اور ابہام کو واضح کرکے غیر معین کا تعین کردیا جائے۔

(۲) قرآن پاک کو اس کے شارح اعظم حضرت محمد ﷺ کے اقوال مصدّقہ اور سنّت مطہرہ کی مدد سے سمجھا جائے۔ کیونکہ قرآن ایک دعویٰ یا متن ہے جب کہ حضرت محمد ﷺ اس کا عملی نمونہ ہیں۔ اور دین کی عمارت پیغمبر ﷺ کی سنّت وسیرت سے ہی تعبیر ہو سکتی ہے۔ اسی کے سہارے کھڑی رہ سکتی ہے۔

(۳) قرآن وسنت کے بعد تفسیر قرآن کا سب سے بڑا ماٰخذ صحابہ کرامؓ کے اقوال اور انکا عمل ہے کیونکہ وہ پیغمبر ﷺ سے براہ راست فیض یاب ہونے کے باوصف، مطالب قرآن کے سب سے زیادہ سمجھنے والے اور عمل کرنے والے تھے۔

(۴) تفسیر قرآن پاک کا چوتھا بڑا ماٰخذ اور اصول تابعین کے اقوال سے استدلال ہے۔ کیونکہ تابعین کا شمار اسلاف کرام میں سب سے بلند ہے اور ان کا اجماع حجت بن جاتا ہے اور ان سے استدلال لازم قرار پاتا ہے۔ لیکن اگر ان میں اختلاف ہو جائے تو ان سے استدلال لازم نہیں۔ ایسی صورت میں آیت قرآنی کو عام لغت عرب یا اقوال صحابہؓ کی روشنی میں سمجھنا ہوگا۔ حضرت مولاناؒ کے ہاں امور تفسیریہ میں متقدمین میں سے امام اعظم ابو حنیفہؒ اور متاخرین میں سے امام ابن تیمیہؒ پر بہت زیادہ اعتماد پایا جاتا ہے۔

(۵) جہاں تک ہوسکے اسرائیلیات سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ان سے دین ودنیا کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ عموماً غیر معتبر ہیں۔ان سے استشہاد تو کیا جاسکتا ہے مگر اعتقاد کیلئے روایت نہیں کی جاسکتی۔اسرائیلیات تین قسم کی ہوسکتی ہیں:

(۱) جنکی قرآن نے تصدیق کی۔ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔

(۲) جنکی قرآن نے تردید ومذمت کی۔ان سے استدلال حرام اور باطل ہے۔

(۳) جن کے بارے میں قرآن خاموش ہے نہ تردید کرتا ہے نہ تصدیق۔ایسی روایات زیادہ سے زیادہ استشہاد کیلئے استعمال کی جاسکتی ہیں اور بس ،ماضی میں جن مفسیرین نے اسرائیلی روایات کو اپنی تفاسیر میں جگہ دی اور ان سے استدلال کیا۔ان کو اس وقت کے حالات ہی کی روشنی میں دیکھنا چاہیے۔ہمارے دور میں ان سے استدلال سے اجتناب ہی کرنا چاہیئے۔

۶) تفسیر بالرائے مذموم سے اعراض انتہائی ضروری ہے۔ محض اپنی رائے سے من گھڑت تفسیر کرنا باطل اور حرام ہے۔احادیث مبارکہ میں اس پر وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔

مجھے پڑھئے

"مجلّہ تبلیغ القرآن" محض رسالہ نہیں بلکہ یہ اصلاح عقائد واعمال، تطہیر قلب، تعمیر فکر و کردار، تعلیم وتربیت اور دعوت واقامت دین کی ایک تحریک ہے۔

دین کے اس عظیم مقصد اور مشن میں ہی ساتھ دیتے ہوئے "مجلّہ تبلیغ القرآن" کے خود بھی قاری بنے اور دوسروں کو بھی اس کے پڑھنے کی دعوت دیں۔

دین و شریعت کے شعبہ جات

مولانا منظور نعمانیؒ

دین اسلام اور اسلامی شریعت کی بنیاد رسول ﷺ کی تعلیم و ہدایت پر ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو علوم اور احکام آپ لائے ،جو قرآن مجید میں اور حدیثوں میں محفوظ ہیں۔ وہی دین اسلام کی اساس اور بنیاد ہیں، پھر ان میں سے کچھ کا تعلق اعتقاد سے ہے یعنی آپ کی لائی ہوئی ہدایت میں ایک حصہ تو وہ ہے جس میں کچھ ایسی حقیقتوں کی اطلاع دی گئی ہے جن کو ہم از خود نہیں جان سکتے تھے اور ہم کو یہ حکم ہے کہ ان حقیقوں کو مانیں اور ان پر ایمان لائیں۔ یہ اسلام کا ایمانی اور اعتقادی حصّہ ہے اور یہ بنیادی اہمیت رکھتا ہے پھر اسمیں بہت چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے اللہ پر ایمان ،فرشتوں پر ایمان ،کتابوں پر رسولوں پر ایمان اور آخرت وغیرہ پر ایمان اور دوسرا حصہ وہ ہے جسمیں عملی زندگی کے متعلق احکام ہیں کہ یہ کام کرو یہ نہ کرو، یہ اسلام کا عملی حصہ ہے اور پھر اسمیں بہت سے شعبے ہیں :۔ مثلاً عبادات کا شعبہ ،اخلاق اور آداب کا شعبہ، معاملات کا شعبہ، مباشرت کا شعبہ ،دین کی دعوت و نصرت کا شعبہ، سیاست و حکومت کا شعبہ ہو غیرہ وغیرہ۔ اسلام ان سب کو حاوی ہے اور یہ سب اسکی شاخیں ہیں۔

الغرض دین اسلام اور شریعت کے دو حصے ہیں: ایک اعتقادی اور دوسرا عملی حصہ

اعتقادی شریعت: سب سے پہلے ایمانی اور اعتقادی حصّے کے متعلق کچھ عرض کیا جاتا ہے۔

ایمان: پہلے یہ سمجھ لجئیے کہ دین و شریعت کی خاص اصطلاح میں ایمان اس کو کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کو اللہ کا رسول مانا جائے اور یقین کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہماری ہدایت کے وسطے وحی کے ذریعہ انکو بہت سی باتیں بتلاتا ہے ،جو ہم آنکھ ،کان وغیرہ اپنے علمی ذرائع سے معلوم نہیں کر سکتے اور اس بناء پر انکی سب باتوں کی تصدیق کی جائے جو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچائیں اور ان پر یقین کیا جائے اور ان کے لائے ہوئے دین کو دین حق حثیت سے قبول کیا جائے۔ پس کسی آدمی کے مومن ہونے کیلئے یہ ضروری ہے کہ یہ ان سب باتوں کو حق مانے جنکی اطلاع اللہ کے پیغمبر دیں، اگر ان میں سے کسی ایک چیز

کا بھی کسی نے انکار کیا تو وہ مومن نہیں ہو سکتا، کیونکہ ایمان ایک نا قابل تقسیم اکائی ہے، اگر کوئی مسلمان ننانوے (۹۹) عقیدوں پر ایمان رکھتا ہے اور ایک عقیدے سے انکار کرتا ہے تو وہ کافر ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ میں رسول ﷺ کو اللہ کا رسول بھی مانتا ہوں اور آپ ﷺ نے توحید اور اسکی صفات کے بارے میں جو کچھ بتلایا ہے اُس کو بھی میں حق مانتا ہوں، لیکن قیامت اور جنّت و دوزخ کے متعلق جو کچھ آپ نے اطلاعیں دی ہیں (جو ہم قرآن و حدیث میں پڑھتے ہیں) ان کو میری عقل قبول نہیں کر سکتی۔

الغرض ایمان اس کا نام ہے، کہ ''كُلٌّ مَآ جَآءَ بِهِ الرَّسُولُ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ'' کی تصدیق کی جائے، یعنی ان سب باتوں کو حق مانا جائے اور قبول کیا جائے جو پیغمبر، اللہ کی طرف سے پہنچائے اور بتلائے۔

عقائد اور ایمانیات: اسکے بعد معلوم ہونا چاہئیے کہ جن باتوں پر ایمان لانے اور اعتقاد رکھنے کا ہم سے مطالبہ کیا گیا ہے، اُن میں سے کچھ کا تعلق اللہ کی ذات و صفات سے ہے اور کچھ کا تعلق دوسری چیزوں سے ہے، مثلاً: رسولوں سے، ملائکہ سے، قیامت سے۔

عملی شریعت: دین اسلام کا حصہ وہ ہے جسکا تعلق اعمال و اخلاق سے ہے۔ کبھی کبھی صرف اسی حصّے کیلئے شریعت کا لفظ بولا جاتا ہے۔ شریعت کا یہ عملی حصہ بھی اہم ضروری ہے اس اعتبار سے کہ یہ عملی شریعت، اعتقادی یعنی ایمان کا عملی نمونہ اور باطنی فکر و عقیدہ کی ترجمانی اور ظاہری مظہر ہے۔

شریعت کے شعبے: اور اس کے چند شعبے ہیں:

عبادات، اخلاق، معاملات و معاشرت، دینی جدوجہد اور سیاست و حکومت

عبادات کی خصوصی اہمیت: جس طرح امہات العقائد (توحید، رسالت، آخرت) کو دوسرے عقائد کے لحاظ سے خاص اہمیت حاصل ہے اسی طرح شریعت کے دوسرے شعبوں کے مقابلے میں عبادات کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، کیونکہ عبد اور معبود کا تعلق، دوسری سب چیزوں کی بہ نسبت عبادات سے ظاہر ہوتا ہے اور زندگی کے دوسرے شعبوں کی اصلاح اور درستی میں بھی عبادات کا خاص دخل ہے۔

عبادات کے متعلق جو کچھ یہاں عرض کیا ہے، اُس سے پہلے آپ عبادات کا مطلب سمجھ لیجئے:

عبادات سے کیا مراد ہے؟

عبادات سے مراد خاص وہ اعمال ہیں جو بندہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی اور اس کے سامنے اپنی عاجزی اور بے چارگی اور بندگی اور سرافگندگی ظاہر کرنے کیلئے کرتا ہے اور اس سے اُس کا مقصد صرف اللہ کی رضا اور اسکا تقرب حاصل کرنا ہوتا ہے۔ عربی میں ان عبادات کو قُرُبَاتٌ بھی کہتے ہیں۔ جیسے : نماز، روزہ، حج، زکواۃ وصدقات، ذکر اور تلاوت، قربانی جیسے تعبدی اعمال جو صرف اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے اور اپنے روحانی پہلو کی درستی اور ترقی کیلئے کئے جاتے ہیں اور وہ صرف عبد و معبود کے تعلق کو ظاہر کرتے ہیں۔

عبادت کا مقصد: عبادت کا ایک تعلق معبود سے ہے اور ایک عبد سے ہے، یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ ہماری عبادات سے معبود کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اور اسکی شان میں ذرہّ برابر اضافہ نہیں ہوتا۔ ایک حدیث میں آتا ہے، کہ:

" اگر سارے انسان اور سب اوّلین وآخرین اعلی درجہ کے متقی اور عبادت گزار ہو جائیں تو اللہ کی شان اور اس کی عظمت وکبریائی میں ذرہّ برابر زیادتی نہیں ہوگی اور اگر سب کے سب بدترین قسم کے نافرمان اور پورے شیطان بن جائیں تو اللہ تعالیٰ کی شان میں اور اسکی عظمت وجلال میں ذرہّ برابر کمی نہیں آئے گی۔"

بہر حال ہماری عبادات سے اللہ تعالیٰ کو ذرہّ برابر کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اور نہ اُس کی شانِ کبریائی میں کوئی اضافہ ہوتا ہے، بلکہ ہماری عبادتیں دراصل صرف ہمارے ہی فائدے اور ہماری ہی تکمیل کیلئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں عبادت کا حکم صرف اسلئے دیا ہے کہ اُس کے ذریعہ ہم ترقی کریں اور اللہ تعالیٰ کیساتھ اپنے تعلق کو بڑھائیں اور اسکی خاص رضا اور رحمت کے مستحق بنیں۔

اصل بات یہ ہے کہ بندے میں اور مولا میں کوئی مناسبت ہی نہیں، کہاں زمین وآسمان کا خالق ومالک حق تعالیٰ شانہ اور کہاں ایک ناپاک بدبودار قطرے سے پیدا ہونے والا اور گندے خون سے بننے والا انسان، حقیقت یہ ہے کہ زمین پر رینگنے والے ایک گھنونے حقیر کیڑے اور دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ میں جو مناسبت ہے، بندہ میں اور مولا میں وہ بھی تو نہیں ہے۔ پس اسکی صورت یہی ہے کہ اسکی انتہائی برتری اور کبریائی اور اس کے سامنے اپنی تنہائی ذلّت وپستی اور عاجزی وبیچارگی اور عبدیت و فدائیت کا اعتراف اور اپنے عمل سے اس کا اظہار کرے، بس یہی چیز بندے کو پاک اور بلند کرکے اللہ کا مقرب اور محبوب بنادیتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے قریب ہو جاتا ہے۔

ماہ محرم کی حقیقت، فضیلت اور بدعات

مفتی محمد ایاز

عموماً یہ تصور کیا جاتا ہے کہ محرم کا تقدس واحترام اور اسکی وجہ حرمت، سیدنا حسینؓ کی شہادت ہے حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔اصل میں فضیلت محرم، شہادت حسینؓ اور وقوع کربلا کے باعث نہیں۔اسلام میں اس مہینے کی فضیلت اس سے پہلے بھی تھی بلکہ اسلام سے قبل کے ادیان میں بھی اس کی فضیلت واحترام مسلم چلی آرہی تھی۔

ایک تو یہ کہ محرم کا شمار ان چار اشہر الحرم میں سے ہوتا ہے جن کا ذکر قرآن کریم نے اس طرح کیا ہے کہ: ''اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اِثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ'' [التوبہ:۳۶]

''بیشک اللہ کے ہاں اللہ کے علم میں مہینوں کی تعداد اس دن سے بارہ ہے جب سے اللہ نے زمین وآسمان پیدا کئے اور ان میں سے چار عزت والے ہیں'' ان چار مہینوں سے مراد احادیث واقوال مفسرین کی رو سے ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب ہیں جیسا کہ فرمایا گیا ہے:

''هِيَ ذُوْالْقَعْدَةِ وَذُوالْحَجَّةُ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ وَمِنْهُ قَوْلُهُ ﷺ فِي خُطْبَتِهٖ حَجَّةِ الْوِدَاعِ اَلَا اِنَّ الزَّمَانَ قَدْ اِسْتَدَارَ كَهَيْءَةِ يَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ اَلسِّنَةُ اِثْنَا عَشَرَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُوالْقَعْدَةُ وَذُالْحَجَّةُ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جَمَادِي وَشَعْبَان''

بہر حال یوں تو سال کے بارہ مہینے اور ہر مہینے کے انتیس یا تیس دن اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں، لیکن اللہ جل شانہ نے اپنے فضل وکرم سے پورے سال کے بعض ایام کو خصوصی فضیلت عطاء فرمائی ہے اور ان ایام میں کچھ مخصوص احکام مقرر فرمائے ہیں۔یہ محرم کا مہینہ بھی ایک ایسا مہینہ ہے جس کو قرآن

کریم نے حرمت والا مہینہ قرار دیا ہے۔آیت مذکورہ بالا میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتلادیا کہ چار مہینے ایسے ہیں جو حرمت والے ہیں،ان میں سے ایک محرم کا مہینہ ہے۔

خاص طور پر محرم کی دسویں تاریخ جس کو عام طور پر "عاشوراء" کہا جاتا ہے،جس کا معنی ہے "دسواں دن" یہ دن اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت کا خصوصی طور پر حامل ہے۔

دوسرا ان مہینوں کی عزت و حرمت پہلے ہی سے دین ابراہیمی میں بھی چلی آرہی تھی حتی کہ مکہ والے بھی ان مہینوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے خصوصا محرم کو بہت محترم مہینہ سمجھتے تھے۔جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ (كَانَ يَوْمُ عَاشُورَاء تَصُومُهُ قُرَيْشٌ فِي الجَاهِلِيَّةِ)

زمانہ جاہلیت میں قریش بھی عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔جب اسلام آیا تو اس نے بھی یہی عزت و حرمت برقرار رکھی۔

تیسری بات یہ ہے کہ اس محرم کا تقدس و اہمیت دین موسوی میں یوں اور بھی بڑھ گئی جب حضرت موسیٰؑ و بنی اسرائیل کو فرعون لعین سے اسی ماہ محرم کی ۱۰ تاریخ کو نجات ملنے کی خوشی میں اللہ کا شکر ادا کرنے کے طور پر اسی دن روزہ رکھنے کا حکم ہوا جسے سیدنا موسیٰؑ نے مع قوم بجالایا اس طرح یہ طریقہ عزت و احترام بنی اسرائیل میں چلا آتا رہا۔نبی ﷺ کی بعثت کے بعد جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو وہاں انہوں نے یہود کو یہ روزہ رکھتے ہوئے پایا۔نبی ﷺ کے پوچھنے پر جواب ملا کہ اس دن موسیٰؑ کو نجات ملی تھی اور آپؑ نے روزہ رکھا تھا۔حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ :قَدِمَ النَّبِيُّ الْمَدِينَةَ فَرَآى الْيَهُودَ تَصُومُ يَومَ عَاشُورَاءَ فَقَالَ" : (مَاهٰذا) قَالُوا:هٰذا يَومٌ صَالِحٌ ،هٰذا يَومٌ نَجَّى اللّٰهُ بَنِي اِسْرَا ءِيلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ فَصَامَهُ مُوسٰى ۔قَالَ :(فَاَنَا اَحَقُّ بِمُوسٰى مِنْكُمْ)فَصَامَهُ وَاَمَرَ بِصِيَامِه)

سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہجرت کرکے جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ عاشورہ [۱۰ محرم] کے دن یہود روزہ رکھتے ہیں دریافت فرمایا: کیا بات ہے ؟[روزہ رکھنے کی کیا وجہ ہے] تو یہودیوں نے عرض کیا کہ یہ اچھا دن ہے،اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دشمن سے نجات دلائی تھی پس اسی لیے موسیٰؑ نے اس دن روزہ رکھا تھا[اس لئے ہم بھی روزہ

رکھتے ہیں] اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو پھر موسیٰؑ کی طرح عمل کرنے کا میں تم لوگوں سے زیادہ مستحق ہوں"

چنانچہ آپ ﷺ نے اس دن کا روزہ خود بھی رکھا اور صحابہؓ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

محرم کے دیگر واقعات:

اس کے علاوہ محرم میں بہت سے اہم واقعات شہادت حسینؓ سے قبل کے تاریخ کے اوراق میں وقوع پذیر ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں جیسے:

۱۔ نبی کریم ﷺ کو کفار مکہ نے یکم محرم کو شعب ابی طالب میں محصور کیا تھا۔

۲۔ خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروقؓ کی شہادت یکم محرم ہی کو ہوئی۔

۳۔ مشہور صحابی رسول ﷺ سیدنا ابو ایوب انصاریؓ کی وفات بھی یکم محرم کو پیش آئی۔

اس کے بعد اسی محرم کی ۱۰ تاریخ کو نواسہ رسول اللہ ﷺ سیدنا حسینؓ کی شہادت کا حادثہ فاجعہ بھی واقع ہوا۔

بہر حال اس بحث سے معلوم ہوا کہ اس کو حرمت کا مہینہ شہادت حسینؓ یا واقعہ کربلا کی وجہ سے بنانا صحیح نہیں۔ مگر رافضی سبائیوں نے لوگوں کے اذہان میں غیر محسوس طور پر ایک تو یہ جھوٹ سما دیا کہ محرم کی عظمت و حرمت شہادت حسینؓ ہی کی وجہ سے ہے اور دوسرا یہ غلط خیال بھی لوگوں کے دلوں میں جما دیا کہ دنیا میں شہادت حسینؓ جیسا مظلومیت کا اور کوئی سانحہ رونما ہی نہیں ہوا۔ حالانکہ اس سے کئی زیادہ دل سوز اور مظلومیت کے بے شمار واقعات تاریخ اسلام میں جا بجا موجود ہیں جن میں سے ایک واقعہ خلیفۃ الرسول امیر المؤمنین سیدنا عثمانؓ کی شہادت کا ہے جس کی مظلومیت کی نظیر بلا شک و شبہ کہیں نہیں ملتی ، مگر باوجود اس کے مسلمان اس حادثہ ظلم و جبر اور مظلومیت سے اس قدر بے خبر ہیں کہ گویا ان کے نزدیک یہ فرش و عرش کو لرزا دینے والا سانحہ وقوع پذیر ہی نہیں ہوا۔

کیا آپ نے کبھی کسی زبان کو اس مظلومیت کی داستان بیان کرتے ہوئے ، کسی کان کو اس طرف التفات کرتے ہوئے ، کسی قلم کو یہ جان نگار حادثہ لکھتے ہوئے اوراق تاریخ میں اس کی تفصیل دیکھنے کے

لیے کسی نگاہ کو توجہ دیتے ہوئے اس مظلومیت پر کسی دل میں احساس درد کرتے اور کسی آنکھ کو کبھی اشک بار دیکھا ہے؟

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ رسول اللہ ﷺ کا اقدام مبارک کا طائف میں لہو لہان ہونا، جہاد میں کفر سے برسرپیکار رہ کر درندہ صفت کفار کے ہاتھوں دانت مبارک کا شہید ہونا، چہرہ انور کا زخمی ہونا اور اسے نہ رکنے والا خون جاری ہونا، انگلی سے خون بہنا اور بہت سے انبیاء علیہم السلام کے ظلم اور بے دردی کے ساتھ شہید ہونے کے ساتھ ساتھ دوسرے جانباز و جان نثار اصحاب رسول ﷺ اور خلفاء اسلام کا مکار رافضی غنڈوں کے ہاتھوں شہید ہونے کا بیان اس درد سے ہونا کبھی سنا ہے۔

کیوں آج دل و دماغ ان دل گداز واقعات کی حقیقت جاننے کی زحمت گوارا نہیں کرتے کیوں آج زبان و قلم ان واقعات کی سچی تصویر پیش کرنے اور اظہار حقیقت کرنے سے قاصر ہیں۔ کیوں ہاتھ آج سچی تاریخ کو ٹٹولنے کی سکت نہیں رکھتے؟ اور کیوں آنکھ میں وہ نور نہیں رہا کہ تاریخ کی ان مسلمہ حقیقتوں کا مشاہدہ کر سکے؟

وجہ ان سب کی یہ ہے کہ اسلام دشمنی کے ان سفاکانہ حالات و واقعات کے علم سے اسلام دشمنی اور شیعت و رافضیت کی مکاری و تقیہ کا پردہ چاک ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان دشمنان اسلام نے اپنے بے شمار مذموم مقاصد کے حصول کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام اور باقی صحابہ کرامؓ کی شان کو اہل اسلام کی نظروں سے اوجھل رکھنے کی خاطر اس واقعہ [شہادت حسینؓ] کی ایسے غلط انداز سے منظر کشی کی اور اس کو اتنا بڑھا چڑھا کر پیش کیا اور ان دونوں اہداف کو نشانہ بنایا کہ نہ تو آج ان انبیاء اور صحابہؓ پر ظلم وجور کے جو پہاڑ توڑے گئے وہ نظر آتے ہیں اور نہ ہی ان کی اسلام دشمنی کے مکروہ فریب کا پردہ چاک ہوتا ہے غور کیجئے کہ یہ اسی رافضیت کا زہر نہیں تو اور کیا ہے؟

حقیقت ماہِ محرم

محرم میں بدعات وخرافات اور اس کے بارے میں افراط و تفریط کی اصل وجہ محرم کے متعلق صحیح نظریہ کا قائم نہ ہونا ہے آیا یہ محترم و معظم ہے یا منحوس و معیوب؟

اہل تشیع اس مہینے کو منحوس سمجھتے ہیں، شائد ان کے نزدیک شہادت بری چیز ہو! چونکہ سیدنا حسینؓ کی شہادت اس مہینے میں ہوئی ہے اس لئے اہل تشیع اس ماہ کوئی تقریب، خوشی کا کام، شادی اور نکاح وغیرہ نہیں کرتے. اس کے برعکس اسلام کے نزدیک ماہ محرم محترم، معظم اور مقدس ہے. بناء بریں اب تعلیمات دی ہیں، کن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے اور کن کاموں سے منع کیا ہے اوامر پر عمل، نواہی سے بچاؤ اور کن چیزوں سے شریعت خاموش ہے ان کو ترک کیا جاسکے.

روزۂ محرم:

شریعت اسلام سے ثابت، جائز بلکہ سنت عمل محرم کی ۱۰ تاریخ (عاشورہ) کا روزہ رکھنا ہے. جب تک رمضان کے روزے فرض نہیں ہوئے تھے، اس وقت "عاشوراء" کا روزہ رکھنا مسلمانوں پر فرض قرار دیا گیا تھا، بعد میں جب رمضان کے روزے فرض ہوگئے تو اُس وقت عاشوراء کے روزے رکھنے کو سنت اور مستحب قرار دیا. جیسا کہ پہلے بحوالہ بخاری شریف سیدنا ابن عباسؓ کی روایت سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کو جب موسیٰؑ کے اس دن روزہ رکھنے کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کرامؓ کا بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا. سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ :

(كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ تَعُدُّهُ الْيَهُوْدُ عِيْدًا قال النبی ﷺ فَصُوْمُوْهُ اَنْتُمْ) [مشکوۃ: ۷۹]

"یہودی عاشورہ کے دن کو عید شمار کرتے تھے اور روزہ رکھتے تھے آپ ﷺ نے بھی حکم دیا کہ تم لوگ بھی اس دن روزہ رکھو" سیدنا ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا" مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اُمید ہے کہ جو شخص عاشوراء کے دن کا روزہ رکھے گا تو اس کے عاشورہ کے دن سے گزشتہ ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں"

نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں جب بھی عاشوراء کا دن آتا تو آپ ﷺ روزہ رکھتے، لیکن وفات سے پہلے جو "عاشوراء" کا دن آیا تو آپ ﷺ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ

دس محرم کو ہم مسلمان بھی روزہ رکھتے ہیں اور یہودی بھی روزہ رکھتے ہیں اور یہودیوں کے روزہ رکھنے کی وجہ وہی تھی کہ اس دن میں چونکہ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کے ذریعہ فرعون سے نجات دی تھی اس کے شکرانے کے چور پر اس دن روزہ رکھتے تھے.

بہر حال ! نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں اور یہودی بھی بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں جس کی وجہ سے ان کیساتھ ہلکی مشابہت ہو جاتی ہے اسلئے اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو صرف عاشوراء کا روزہ نہیں رکھوں گا، بلکہ اس کے ساتھ ایک روزہ ملاؤں گا،۹، محرم یا ۱۱ محرم کا روزہ رکھوں گا تاکہ یہودیوں کیساتھ مشابہت ختم ہو جائے.

لیکن اگلے عاشوراء کا دن آنے سے پہلے رسول اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا اور آپ ﷺ کے اس پر عمل کرنے کی نوبت نہیں آئی ، لیکن چونکہ نبی کریم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی تھی اس لئے صحابہ کرامؓ نے عاشوراء کے روزے میں اس بات کا اہتمام کیا اور ۹ محرم یا ۱۱ محرم کا ایک روزہ ملا کر رکھا اور اس کو مستحب قرار دیا اور تنہا عاشوراء کے روزہ رکھنے کو نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کی روشنی میں مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ قرار دیا یعنی اگر کوئی شخص صرف عاشوراء کا روزہ رکھ لے تو گناہگار نہیں ہوگا بلکہ اُس کو عاشوراء کے دن کا ثواب ملے گا لیکن چونکہ آپ ﷺ کی خواہش دو روزے رکھنے کی تھی اس لیے خواہش کی تکمیل میں بہتر یہ ہے کہ ایک روزہ اور ملا کر دو روزے رکھے جائیں.

"صحیح مسلم میں سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "رمضان المبارک کے بعد افضل ترین روزے اللہ تعالیٰ کے اس مہینے کے روزے ہیں۔ جس کو تم محرم کہتے ہو اور افضل ترین نماز قیام اللیل ہے یعنی [تہجد نماز]۔"

یہ حدیث اس بات کی وضاحت کر رہی ہے کہ افضل ترین روزے جن کو رمضان المبارک کے بعد رکھا جائے وہ اللہ تعالیٰ کے مہینے محرم کے نفلی روزے ہیں یہ بھی احتمال ہے کہ رمضان المبارک کے بعد مکمل طور پر روزے رکھنے کا افضل ترین مہینہ ماہِ محرم ہے کچھ روزے ایسے ہیں جو کسی کسی مہینے میں کچھ دن رکھے جاتے ہیں تو وہ دوسرے دنوں کی نسبت زیادہ رکھتے ہیں جیسا کہ یومِ عرفہ کا روزہ یا عشرہ ذی الحجہ کے نو روزے یا شوال کے چھ روزے وغیرہ.

اس بات کی تائید میں امام احمدؒ اور امام ترمذیؒ نے ایک حدیث ذکر کی ہے جو سیدنا علیؓ سے مروی ہے ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ کے پاس آکر عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ ! مجھے کسی ایسے مہینے کے بارے میں خبر دیجئے کہ ماہِ رمضان المبارک کے بعد میں اس میں روزے رکھا کروں". آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: " اگر رمضان کے بعد روزے رکھنا چاہتا ہے تو محرم کے روزے رکھا کر کیونکہ وہ اللہ کا مہینہ ہے اور اس میں ایک دن ایسا ہے جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ ایک قوم کی توبہ قبول فرماتے ہیں اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کی بھی توبہ قبول فرماتے ہیں" [لطائف المعارف فیما لموسم العام من الوظائف از ابن رجب حنبلیؒ]

محرم کی بدعات وخرافات:

محرم میں بہت سی بدعات، خرافات اور رسومات کی پابندی کی جاتی ہے جن کا کوئی ثبوت شریعت یعنی قرآن وسنت اور صحابہؓ سے نہیں ہے.

مثلاً ایصال ثواب کیلئے محرم اور خاص قسم کے کھانوں [کھیر، کھچڑی، دودھ، شربت، پانی اور سبیل لگانے] کی تخصیص، ماتم، تعزیہ وذوالجناح کے جلوس، محرم کو منحوس سمجھنا، ترک زینت، شادی ونکاح نہ کرنا، صحابہ کرامؓ اور ان کی اولاد پر تبرأ کرنا، شہادت کے جھوٹے قصے اور وفات نامہ، جنگ نامہ وغیرہ بیان کرنا وغیرہ وغیرہ۔

نیا خون، نیا جذبہ

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

کوئی جسم اس وقت تک تندرست وتوانا نہیں رہ سکتا جب تک اس میں نئے اور صاف خون کی تولید نہ رہتی ہو، کوئی درخت اس وقت تک شاداب نہیں رہ جب تک اسمیں نئی نئی پتیاں اور کونپلیں نہ نکلتی رہتی ہو ،امت مسلمہ بھی ایک جسم ہے جس کو ہر دور میں نئے خون کی ضرورت ہے،اس درخت کو بھی پر موسم میں ہری بھری شاخوں اور نئی نئی پتیوں کی ضرورت ہے۔

امت مسلمہ کا سدا بہار درخت ہمیشہ نئی نئی پتیاں اور ہری بھری ڈالیں پیدا کرتا رہا اور لباس بدلتا رہا، دماغی صلاحیتوں، سماجی قوت ونشاط، خاندانی ونسلی جوہر وصفات، آبائی شرافت، فطری مردانگی وشجاعت کے بڑے بڑے ذخیرے جو اپنی جگہ صدیوں سے جمع ہورہے تھے اور حقیر حقیر چیزوں اور پست مقاصد میں ضائع ہورہے تھے، اسلام کے ذریعہ اس امت کی طرف منتقل ہوتے رہے اور اسلام کے کام آتے رہے۔ باغ باغ کے پھول اور چمن چمن کے شگوفے اس امت کے گلدستہ میں نظر آتے ہیں اور اپنی بہار دکھاتے رہیں، کوئی ایران کا ہے، کوئی خراسان کا، کوئی یمن کا ہے، کوئی بدخشاں کا، کوئی مصر کا ہے، کوئی اصفہان کا، ہر ایک اپنا خاص رنگ اور اپنے ملک اور قوم کا اور اپنی نسل وخاندان کا اصلی جوہر جو ملک وقوم میں نایاب یا کمیاب تھے۔اپنے ساتھ لایا اور اسلام کی نذر کیا ،اسی طرح انسانیت کے چمن کے بہترین پھول اور پھل اسلام کیلئے ڈالی میں لگ کر آئے۔

رسول اللہ ﷺ نے نسل و قومیت کے پرستاروں اور اپنی قوم کو خدا کی منتخب قوم سمجھنے والوں کے بالکل بر خلاف اس حقیقت کا اعلان فرمایا ہے کہ خدا کی بخششیں اور جسم ودماغ، عقل وادراک فہم وفراست، شرافت ونجابت اور جواں مردی وشجاعت کے فطری عطیے کسی قوم ونسل کیساتھ مخصوص نہیں، فطرت کا یہ سرمایہ نوع انسانی میں بہت پھیلا ہوا ہے ،ذہانت و ذکاوت ،مروت وشرافت ،فتوت وشجاعت ،خدا کی مخلوق میں پوری فیاضی سے تقسیم ہوئی ہے ،اس پر کسی ایک قوم یا خاندان کا اجارہ نہیں۔

جس طرح سونے چاندی کی کانیں دنیا کے بہت سے ملکوں میں پائی جاتی ہیں اور یہ انسانوں کے بس کی بات نہیں کہ ان کو اپنے محبوب وطن اور اپنے مقدس ملک کیساتھ مخصوص کر دیں، اسی طرح جو ہر انسانیت کی کانیں اور انسانی صفات و کمالات کے دفینے بہت ملکوں اور بہت سے قوموں میں پائے جاتے ہیں: اَلنَّاسُ مَعَادِنٌ کَمَعَادِنِ الذَّھَبِ وَ الْفِضَّۃِ انسان بھی اعلیٰ صفات اور قابلیتوں کی کانیں ہیں جیسے سونے چاندی کی کانیں ہوتی ہیں۔ویسی ہی بھرپور اور بیش قیمت جو پورے پورے ملک اور انسانی حدبندیوں سے بے نیاز ہیں ویسی ہی مخفی جو بغیر خدمت و محنت اور تہذیب و تنظیم۔اس میں نہ عقیدہ کا اختلاف ہے نہ مذہب وملّت کا فرق، سونا سونا ہے اگرچہ کافر کے ہاتھ ہو یا مومن کے ہاتھ میں، ہیرے کے دام ایک ہیں اگر چوری میلا کچیلا اور بد اخلاق ہے یا صاف ستھرا اور مہذب، گوہر شب چراغ بڑھیا کے جھونپڑے اور بادشاہ کے محل دونوں کو روشن کر سکتا ہے۔

فَخِیَارُھُمْ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ خِیَارُھُمْ فِی الْاِسْلَامِ۔ جو جاہلیت میں اپنے ذہن وذکاوت اور فہم وفراست میں ممتاز تھا وہ اسلام میں بھی ان چیزوں میں ممتاز رہے گا، جو جاہلیت میں حمیّت و غیرت اور قوت و شجاعت میں امتیاز رکھتا تھا،اسلام میں بھی ان کمالات میں ممتاز رہے گا اور میدان جہاد میں دوسروں سے سبقت لے جائے گا، البتہ اس کی ضرورت ہے کہ جاہلیت کی ان صفات میں اسلام توازن و اعتدال اور نظم وتہذیب پیدا کردے، سونا بہر حال سونا ہے لیکن بازار میں جانے سے پہلے ضرورت ہے کہ اس کو مٹی سے صاف کرکے اور گڑھ کر اور چمکا کر اس کو زیور بنانے کے کام کا بنادیا جائے۔

فَخِیَارُھُمْ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ خِیَارُھُمْ فِی الْاَسْلَامِ اِذَا فَقِھُوا فِی الدِّیْنِ ۔ جو ان میں سے جاہلیت میں سب سے بہترین تھے، اسلام میں بھی سب سے بہتر رہیں گے بشرطیکہ انہیں دین میں درجہ فقاہت (جس کا لازمی نتیجہ اعتدال و تہذیب واشیاء کا صحیح تناسب معلوم ہوتا ہے) حاصل ہو جائے۔

اسلام کی ابتدائی تاریخ اس حکمت نبوی کی پوری تصدیق کرتی ہے، سیدنا ابوبکرؓ اسلام سے پہلے بھی سچائی، نرم دلی، معاملہ فہمی اور اپنی سلامت روی میں ممتاز تھے، اسلام نے اِن اوصاف کو چمکایا اور ان کو صدیق بنادیا، آنکھوں میں نمی اور دل میں محبت کی گرمی پہلے سے موجود تھی، رسُول اللہ ﷺ کی محبوبیت نے اسی محبت کو ٹھکانے لگادیا، اور جلنا سکھادیا، حضرت عمرؓ دلیر تھے، بیباک تھے، طبیعت کے جری

اور ارادہ کے قوی تھے پوری مکہ کو اس کا علم تھا، لیکن اس شجاعت ودلیری کو کوئی بڑا میدان نہیں ملتا تھا، اسلام کو ایک دلیر کی ضرورت تھی جو کفار کے بیچ میں اللہ کی یکتائی اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اعلان کرے۔ عمرؓ کی فطری دلیری کو ایک شایانِ شان میدان کی ضرورت تھی، رسول اللہ ﷺ کی دعائے مقبول اور اللہ کی توفیق نے ان دونوں میں رشتہ قائم کردیا۔ عمرؓ اسلام میں آئے تھے تو اپنی شجاعت ودلیری اپنے ساتھ لائے تھے، اسلام نے اس کا اعتراف کیا، رسول اللہ ﷺ نے اس کو ٹھیک جگہ پر صرف کرکے روم وایران کی شہنشاہیوں کو اسلام کے قدموں پر جھکادیا، وہ جاہلیت میں شجاع ودلیر تھے، اسلام میں بھی شجاع ودلیر تھے اور ایسا ہی ہونا چاہیئے۔

فَخِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ ،اسی بناپر جب فتنۂ ارتداد کے موقع پر انہوں نے مانعین زکوٰۃ سے جہاد کرنے میں احتیاط کا مشورہ دیا تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا : أَجَبَارٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَخُوَارٌ فِي الْإِسْلَامِ۔ جاہلیت میں اتنے زور دار تھے اسلام میں اتنے کمزور ہو لیکن یہ ایک عارضی صورت تھی، وہ فطرت کی نمونہ تھی، تربیت واحتیاط کی نمود تھی بہت جلد عمرؓ اپنی فطرت اصلی پر آگئے اور پھر کسی نے ان میں کمزوری نہ دیکھی، حضرت خالدؓ فطری سپہ سالار تھے اور جنگ کے فن میں مجتہدانہ درجہ رکھتے تھے، ان کی قائدانہ قابلیت، حاضر دماغی اور سوجھ بوجھ ہر جگہ اپنا کام کرتی تھی، میدان احد میں ان کی موقع شناسی اور ذہانت نے میدن جنگ میں نقشہ بدل دیا، وہ اسلام میں آئے تو اپنی جنگی قابلیتوں، فطری مناسبتوں اور میدانی تجربوں کو لے کر آئے اسلام نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا، رسول اللہ ﷺ نے سیف اللہ کا خطاب دے کر ان کے اس کمال کا رتبہ بلند کیا اور اسلام نے قریش کے مقامی قائد کو دنیا کی سب سے بڑی فاتح سپاہ کا قائد اور یرموک کا فاتح بنادیا۔

عکرمہؓ بن ابی جہل کو عربی نخوت خون میں اور ضد وانکار نامور باپ کی میراث میں ملا تھا، پہلے یہ رسول اللہ ﷺ اور اسلام کے مقابلہ میں صرف ہوتا تھا، جب زندگی کا رُخ بدلا تو اس کا میدان بھی بدل گیا۔ یرموک کے میدان میں بڑے بڑے شیروں کے پاؤں اکھڑنے لگے اور دشمن کا ریلا آیا تو انہوں نے للکار کر کہا کہ عقل کے دشمنو! میں تو وہ ہو جو اس وقت تک رسول کے مقابلہ سے پیچھے نہیں ہٹا جب تک حق سمجھ میں نہیں آیا۔ کیا اب اسلام کے بعد تمہارے مقابلہ سے منہ موڑوں گا، یہ کہہ کر آگے بڑھے اور

جان دے دی۔ جاہلیت کا اڑ جانے والا اور پہاڑ کی طرح جم جانے والا انسان نئے حریف کے مقابہ میں بھی پہاڑ کی طرح جمارہا، سلمانؓ فارسی، عبداللہؓ بن سلام تعلیم یافتہ قوموں کے افراد تھے جو علمی وکتابی باتوں اور اصطلاحات سے آشنا تھے ،جب اسلام میں آئے تو اسی علمی مناسبت کیساتھ آئے اور دین کے بہت سے علمی حصوں کے سمجھنے میں ان کو دوسروں سے زیادہ آسانی ہوئی۔ یہ ہزاروں مثالوں میں سی فطری صلاحیتوں کے تسلسل وتاثیر کی چند مثالیں ہیں۔

بعثت کے وقت ایران وروم، مصر وہندوستان اپنے خاص ذہنی ونسلی امتیازات رکھتے تھے۔ کفر وشرک کے یہ معنی نہیں کہ یہ شاداب ومردم خیز ملک ہر صلاحیت سے محروم اور ہر کمال سے تہی دامن تھے ،ایران نظم ونسق کی قابلیت اور تجربہ میں امتیاز رکھتا تھا۔فنون لطیفہ کی ترقی نے اس میں ایک نزاکت اور لطافت پیدا کردی تھی ،ایرانی عالموں اور مصنّفوں اور نوشیروان عادل کی علمی سرپرستی اور تراجم نے اس میں علمی مذاق پیدا کردیا تھا۔

ساسانیوں کی طویل سلطنت نے اس کو ملکی تنظیم، زمینوں کے بندوبست اور مالیات کا تجربہ بخشا تھا، بازنطینی جو یونان وروم دونوں کے علمی وتہذیبی وسیاسی ترکہ کے وارث تھے ، علمی انداز فکر، ترتیب ذہن اور عسکری زندگی میں ممتاز تھے، مصری کاشتکاری اور تجارت کا وسیع تجربہ رکھتے تھے ،اور ان میں مذہبی شغف اور اس کیلئے قربانی کا ایساجذبہ تھا کہ انہوں نے روسی سلطنت کے بنو فیشی مذہب اور اس کے جبر واستبداد کا برسوں مقابلہ کیا تھا۔

ہندوستانی اپنی حسابی قابلیت ،مالی انتظام اور وفاداری میں ممتاز تھے، مسلمانوں نے ان سب ملکوں کے انسانی خزانوں سے پوری فراخ دلی سے فائدہ اٹھایا اور اُن کے امتیازات وکمالات کو اسلام کے راستہ سے اپنے کام میں لگایا، ایرانی ورومی نو مسلموں نے یا نو مسلم خاندانوں کے فرزندوں نے اپنی ذہانت سے علم کی ترقی اور فقہ کی تدوین میں حصہ لیا، سلطنت میں دفتری نظم ونسق قائم کرنے اور مالیات کے شعبوں کے بندوبست میں مدد دی اور تجربہ کار منتظم فراہم کئے ، مصریوں نے زمینوں کی کاشت کی تجارت وصنعت کو فروغ دیا۔

ہندستان نے بصرہ وبغداد کو امانت دار اور تجربہ کار محاسب، خازن اور منیب دیئے، تیسری صدی کے نصف میں جاحظ نے لکھا ہے کہ عراق کے بڑے بڑے شہروں میں بڑے تاجروں اور دولت مندوں کے منشی اور منیب عموماً سندھی ہیں، اس طرح ان قوموں کی قابلیتیں اور تجربے اسلام کی طرف منتقل ہو کر اسلام کی قوت اور مسلمانوں کی اعانت کا سبب بنے، اگر عرب اپنی قوم میں ان فنون کو پیدا کرنے کے درپے ہوتے اور اس کا انتظار کرتے اور اسلام ان کیلئے ایسے تیار شدہ آدمی فراہم نہ کر دیتا تو اس میں بڑا وقت لگتا اور پھر بھی اس میں شبہہ ہے کہ ان کو ایسے کامل الفن اتنی جلدی ہاتھ لگتے۔

اسلام کا پیغام ایک ابدی پیغام ہے جو کسی نسل و قوم کیساتھ مخصوص نہیں، قومیں اور نسلیں اس کیلئے لباس کی حیثیت رکھتی ہیں، جب ایک لباس بوسیدہ اور ناکارہ ہو جاتا ہے تو وہ ایک نیا ملبوس زیبِ بدن کر لیتا ہے۔ دنیا کی کوئی قوم، کوئی نسل اور کوئی خاندان ایسا نہیں جس میں نمودار اور شادابی ہمیشہ رہے اور جس کی زندگی وتوانائی یکساں طور پر قائم رہے، قوموں اور نسلوں کی بھی ایک عمر طبعی ہوتی ہے، ان کی بھی جوانی اور بڑھاپا ہے، اشخاص کی طرح قوموں اور سلطنتوں کا بڑھاپا دور نہیں ہوتا لیکن کبھی بعض نا معلوم اسباب کی بنا پر کسی قوم اور نسل میں اضمحلال اور تکان کے آثار وقت سے پہلے نمودار ہو جاتے ہیں، اسکی زندگی کے سوتے خشک ہو جاتے ہیں، اور اس کی ہر چیز سے بوسیدگی اور کمزوری ٹپکتی ہے۔

حالات کے مقابلہ کی قوت، حق کے راستہ میں جہاد وقربانی کی ہمت، باہمی اتحاد اُلفت اور دشمن کے خلاف جوش وحمیت اور اس کی طبعی عداوت ونفرت جو زندگی کی علامتیں ہیں، مفقود ہو جاتی ہیں، اس وقت وہ کسی ایسے کام اور پیغام کے لائق نہیں رہتی جو ہمت اور عزیمت اور قلبی، روحانی اور ذہنی قوت کا طالب ہے۔ اسلام کو ابتدائی زمانہ سے جب کبھی ایسی صورتِ حال سے سابقہ پڑا، اور اسلام کے علمبرداروں میں جب ناکارگی اور میدان سے فرار کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں، فوراً اللہ تعالیٰ نے اس کی خدمت کیلئے ایک تازہ دم جوان ہمت قوم کو آمادہ کر دیا جس نے اس کا گرتا ہوا علم سنبھال لیا۔ اس قوم یا جماعت میں ایمانی زندگی کی سب علامتیں پائی جاتی تھیں۔

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهٗ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُومِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ۔ [المائدہ:]

'' اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے، اہل ایمان کے حق میں نرم، کافروں پر سخت ہیں۔اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے '' یہ حقیقت لباس کی تبدیلی تھی۔ عالمگیر اور زندۂ جاوید اسلام اس کیلئے مجبور نہیں ہے کہ وہ ایک بوسیدہ اور ناکارہ لباس ہی میں ملبوس رہے اور چتیتھرے ہی بدن پر لگائے رہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ آخَرِيْنَ (مسلم)

''اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن) کے ذریعہ بہت سے لوگوں کو رفعت دیتا ہے اور (جو اس کو چھوڑدیں) گراتا ہے''۔

جب اسلام کے ابتدائی حاملین عربوں میں ضعف واضمحلال پیدا ہوا، اسلام سے بے تعلّقی اور جہاد وسرفروشی میں انحطاط اور دنیا میں انہماک ظاہر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے خدمت اور اسلام کا علم جہاد بلند کرنے کیلئے عجمی نسلوں کے افراد اور جدید الاسلام خاندانوں کے فرزندوں کو تیار کردیا، جو اسلامی حمیّت جذبہ جہاد، شوقِ شہادت اور رسُول اللہ ﷺ کیساتھ اپنے عشق میں صحیح النسب سادات وشیوخ سے بڑھے ہوئے تھے۔

جب یورپ سے صلیبی حملہ آوروں کی یلغار ہوئی اور فلسطین وشام اور عربی ممالک بالعموم خطرے میں پڑ گئے، گستاخ اور شوخ نگاہیں حرم نبوی کی طرف بھی اٹھیں اور بیباک اور ناپاک زبانوں نے گستاخانہ کلمات نکالے، تو اسلام کی عزت بچانے اور ناموس رسُول کی حفاظت کیلئے جو جواں مرد میدان میں آئے ان میں سے ایک زنگی تھا اور ایک کرد (روحی فداہما) سلطان نور الدین شہید اور سلطان صلاح الدین ایوبی نے نہ صرف اسلام کی عزّت بچالی بلکہ یورپ پر اسلام کی دھاک بٹھادی، گستاخ پرسن کو اپنے ہاتھ سے قتل کرتے ہوئے سلطان نے ایمان وعشق میں ڈوبے ہوئے جو کلمات کہے (**الیوم انتصر المحمّد** ﷺ) آج میں نے اپنے ہاتھوں سے رسُول اللہ ﷺ کا انتقام لے لیا۔وہ ایک بڑے سے بڑے ہاشمی ہے صدیقی، فاروقی کیلئے بھی طرۂ افتخار اور وسیلہ نجات ہیں آج کو ہاشمی جو اس پر سوجان

سے قربان نہ ہو۔جس نے بارگاہِ رسالت کی شان میں بے ادبی کرنے والے کو عشق و محبت میں مخمور ہو کر بھرپور ہاتھ قتل کیا، کون ہے جو اپنے ایمان کو اس کردکے ایمان کیساتھ تلوانے کیلئے تیار، ہو جس کے بزرگ چند ہی پشت اوپر کردستاں کی جہالت وظلمت میں گم ہو جاتے ہیں اور پھر ان کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔

پھر جب عباسیوں کو اپنے عیش وعشرت سے فرصت نہ ہوئی تو اسلام کی شوکت ورعظمت کی حفاظت کیلئے سلجوقیوں کو تیار کردیا گیا، جنہوں نے ایک صدی کے قریب یورپ میں علم جہاد بلند رکھا اور نظامیہ بغداد اور مدرسہ نیشاپور کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کے علم کے دریا بہائے، پھر جب عباسیوں کے درخت اقبال کو گھن کھاگیا اور تاتاری حملہ نے اس کو جڑے سے اکھیڑ دیا تو جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے چچا کے فرزندوں کا خون بہایا تھا وہ اس کے غلاموں کی صف میں داخل ہوگئے، یہ سب اسلام کے سدا بہار درخت کی نئی پتیاں اور شگوفے تھے، جنہوں نے اس کی سرسبزی قائم رکھی، پھر جب مشرق کی تمام پرانی مسلمان قوموں پر عالمگیر اضمحلال طاری ہوگیا اور زندگی کی کوئی چنگاری کہیں باقی نہیں رہی تو اللہ تعالیٰ نے مغرب میں اسلام کا ایک شعلۂ جوالہ پیدا کیا۔جس نے صدیوں یورپ کی مرضی کے بالکل خلاف اسلام کا علم بلند رکھا، یہ عثمانی حضرت عثمانؓ کی اولاد میں نہ تھے مگر قرآن کی خدمت واشاعت اور فتوحات کی وسعت میں ان کو حضرت عثمانؓ سے روحانی نسبت ہے۔

نو مسلم قوموں اور نو مسلم خاندانوں اور لاکھوں کی تعداد میں ان مسلم افراد کو کہاں تک گنا یا جاسکتا ہے جنہوں نے امّت مُسلمہ کے جسم میں صالح اور طاقتور خون پہنچایا، جنہوں نے اپنی فکری صلاحیّت اور نسلی ذکاوت اور قومی شجاعت سے مسلمانوں میں کبھی جہاد کی روح پھونکی، اسلامی کتب خانہ میں گراں قدر اضافے کئے فکر و نظر کی نئی نئی راہیں نکالیں، قرآن مجید کی تفسیریں لکھیں، حدیث کی شرحیں کیں، فقہ کے مجموعہ مرتب کئے۔یہ نیشاپور یا ور ابوالسعود ترکی کون ہیں جن کی تفسیریں حلقۂ درس کی زینت ہیں؟ یہ بیضاوی کے محشّی شیخ زادہ اور سیالکوٹی کون ہیں؟ یہ حدیث کے خادموں میں زیلعی ابن الترکمانی کس نسل سے تعلق رکھتے ہیں؟ فقہ کا طالب علم مرغنیانی صاحب ہدایہ اور تاتارخانی صاحب فتاویٰ کو کیسے بھول سکتا ہے۔یہ سب کیا تھا اسلام کی علمی وذہنی فتوحات اور امّت مسلمہ کے جسم میں نئے اور تازہ خون کی تولید!

الغرض آخر دور تک اسلام کی فتح و تسخیر کا کام جاری رہا اور اس خزانے میں نئے نئے سکّوں کی آمد ہوتی رہی۔ ہمارے ملک ہندوستان میں جہاں اسلام کی تبلیغ اور تاثیر عرصہ دراز سے بہت کمزور ہے، اسلام خود ہی بہت سے جیسے جاگتے اشخاص، روشن دماغ اور گرم دل بلند نظر افراد کو کھینچتا رہا، اور اپنی محبت سے گھائل کرتا رہا، جن کی نظیر افسردہ پژمردہ کم نگاہ و بے یقین مسلمانوں نہیں ملتی، انہوں نے مسلمانوں میں زندگی کی نئی روح پھونک دی۔ ان میں اسلام کی صداقت پر تازہ یقین پیدا کر دیا، دماغوں کو اپنے علم سے روشن اور دلوں کو اپنے عشق کی حرارت سے گرما دیا۔

لیکن عام طور پر مسلمانوں نے فتح و تسخیر کے ان میدانوں کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں ہیں جہاں سے ان کو ہمیشہ زندگی کا ابلتا اور جوش مارتا ہوا خون، تازہ دم دماغ، دردمند پر سوز دل اور متحرک اور بر قوش جسم ملتے رہے، مسلمان روز بروز ان میدانوں سے مایوس ہوتے جا رہے ہیں اور قدیم میدانوں کے سوا کسی طرف توجہ نہیں کرتے ہیں، اسمیں کوئی شک نہیں کہ اسلام کا راس المال اور اصل پونجی یہی ہے کہ اسی کو کسی حال میں تلف نہیں ہونے دینا چاہیئے، لیکن ہر شخص جانتا ہے کہ جس سرمایہ میں اضافہ اور جس پونجی میں نئی آمد نہ ہو وہ ایک دن ختم ہو جائیگی۔

ہمیں اس سرمایہ میں اضافہ اور نئی آمدنی کے اسباب و وسائل پر غور ضرور کرتے رہنا چاہیئے، پرانے خاندانوں اور نسلوں میں افسردگی اور بوسیدگی اور اسلام کی دوبارہ ترقی اور عروج سے ناامیدی بڑھتی جا رہی ہے۔ اعصاب ٹھٹھرے جا رہے ہیں۔ اعضاء مضمحل ہو رہے ہیں، قلب روز بروز ضعیف اور دماغ مفلوج ہو رہا ہے، کوئی دینی پیغام، کوئی دینی تحریک، کوئی دورد و اخلاص، کوئی علم و حکمت، کوئی شاعری و خطابت، اس گروہ میں زندگی پیدا کر رہی ہیں جو چیزیں قوموں میں جنون کی لہر اور موت کا عشق پیدا کر دیتی ہیں، وہ ان مسلمانوں کو چونکانے سے بھی قاصر ہیں۔

بہت بڑی تعداد ایسی ہے جن کو دین سے اور دین کی راہوں سے دین کی اصطلاحوں سے، دین کے انعامات سے، دین کی ترغیبات سے کوئی مناسبت اور اسمیں ان کیلئے کوئی کوشش نہیں رہی۔ آخرت خارج از بحث چیز ہے جنت دوزخ بے معنی الفاظ ہیں، اس پر دنیا طلبی زر طلبی اور زمانہ سازی کا طلسم قائم ہے۔

اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ۔

ان کا حال ہے۔ بہت سے لوگوں کی علمی صلاحیت محدود ہے، فطری طور پر اور نسلی اثرات صدیوں کے جمود و بے علمی کی وجہ سے ان کے قویٰ میں اضمحلال اور طبیعت میں حد درجہ افسردگی اور بُروات ہے، وہ زندگی کی کشمکش میں حصہ نہیں لے سکتے اور اسلام کیلئے قربانی اور جدوجہد سے قاصر ہیں۔ایسی حالت اسلام کی قسمت ان سست عناصر اقوام وافراد کیساتھ وابستہ کردی جائے اور ساری کوشش انہیں پر منحصر کردی جائے تو یہ مستقبل کیلئے بڑا خطرہ ہے۔ ضرورت ہے کہ ان قدیم الاسلام اقوام اور خاندانوں کی دین کی حفاظت اور اس کیلئے انتہائی جدوجہد کیساتھ نئے نئے میدانوں کی طرف بھی رُخ کیا جائے اور اسلام کی دعوت کو وہاں تک پہنچایا جائے جس دین نے ناامیدی اور مایوسی کی حالت میں تاتاریوں اور عثمانی ترکوں کو اسلام کا علم بردار اور رسول اللہ ﷺ کا وفادار بنایا اور جو ہمیشہ دنیا کے صنم خانوں سے کعبہ کیلئے پاسبان مہیا کرتا ہو ہم جب تک اس کی منظم اور پرجوش کوشش نہ کرلیں، ہم کو مایوس ہونے اور اس کے خلاف رائے قائم کرنے کا کوئی حق نہیں۔

اسلام کو اِس وقت نئے خون، نئی امنگوں، نئے ولولے اور نئے جوش عمل اور جذبہ قربانی کی ضرورت ہے، یہ نیا خون، نیا جوش اور قربانی بہت سی جگہ موجود ہے، لیکن پست مقاصد اور غلط میدانوں میں صرف ہورہا ہے۔جو چیز اسلام کے کام نہیں آرہی ہے وہ صرف ضائع نہیں ہورہی ہے بلکہ دنیا کی تباہی کا باعث ہورہی ہے، اسلام کی دعوت ابھی ان گوشوں میں نہیں پہنچی، ہمارا فرض ہے کہ ہم اسلام کو ان قوموں اور طبقوں تک پہنچا کر اسلام کی طاقت اور ایمان کی ان کیفیات کا تماشہ دیکھیں جو ہمیں دنیا کی تاریخ میں نو مسلموں کی زندگی میں وقتاً فوقتاً نظر آتی ہیں۔ ہمیں ان نو مسلموں کی زندگی میں اسلام کی صداقت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت وامامت عالم پر اس درجہ کا یقین، ذات نبوی کیساتھ وہ عشق و شیفتگی اور اسلام کی برتری کیلئے جدوجہد اور سرفروشی دیکھنے میں آئے گی، جس کے سامنے ہم پشتنی مسلمانوں کو شرم آئے گی اور جس کی نظیر صدیوں سے دیکھنے میں نہیں آئی ہوگی۔

[اصلاحیات: ۴۴]

حالات حاضرہ

کونسا انقلاب

ڈاکٹر محمد امین

اسلام آباد میں عمران خان اور طاہر القادری کے دھرنوں کو ایک ماہ سے زیادہ ہو گیا ہے لیکن بظاہر انکا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ایک عام پاکستانی کو ان دھرنوں کے فوری سیاسی نتائج سے دلچسپی ہے اور ہمیں بھی ہے لیکن ہمیں اس سے زیادہ دلچسپی اس جدوجہد کے دور رس نتائج سے ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دونوں کے مطالبے جائز ہیں۔ہمارا انتخابی نظام کرپٹ ہے اور اسے یقیناً بدلا جانا چاہیئے۔طاہر القادری صاحب بھوک، بیماری، ظلم اور جہالت کے خلاف بات کرتے ہیں تو وہ بھی صحیح کہتے ہیں۔۔۔۔۔ لیکن جو چیز ہمیں نظر آرہی ہے وہ یہ کہ دونوں کی جدوجہد، کامیاب ہو یا ناکام۔۔۔ دونوں صورتوں میں اس کا نتیجہ ہے اسلامی قدروں کی پامالی اور سیکولر پاکستان۔فرد، معاشرے اور ریاست کو اسلام کے مطابق چلانا کبھی عمران خان کا ایجنڈا رہا ہی نہیں۔دوسرے سیاسی لوگوں اور جماعتوں کی طرح مذہب کو بھی اپنے پروگرام میں وہ ضرورتاً شامل رکھتے ہیں کہ ان کے ووٹر مسلمان ہیں ورنہ انکی سیاسی اپروچ خالصتاً سیکولر ہے اور اپنے جلسوں میں ناچ گانے کو متعارف کرانے کی جو بدعت انہوں نے ایجاد کی ہے صوبہ خیبر پی کے میں انہوں نے انگریزی میڈیم کو جس طرح حکماً نافذ کیا ہے اور جو زبان وہ اپنے دھرنوں میں بولتے ہیں اس سے انکی سیکولر فکر و عمل کا واضح اظہار ہوتا ہے۔

طاہر القادری صاحب کینیڈا میں مغرب کے لادینی نظام کی پیروی اور اسے بالادست رکھنے کا حلف اٹھا چکے ہیں۔پچھلے سالوں میں وہ اہل مغرب کی خوشنودی کیلئے جہاد اور طالبان کے خلاف متحرک رہے ہیں یہاں تک کہ بریلوی مکتب سے تعلق رکھنے کے باوجود انہوں نے توہین رسالت کے بارے میں اپنے موقف کو الٹا دیا ہے اور اب دینی مدارس کی جگہ جدید تعلیم کے سیکولر ادارے قائم کرنے کے ارادے کا انہوں نے اظہار کر دیا ہے۔جذباتی تقریروں، متضاد دعوں اور ڈراموں کی وجہ سے لوگ انہیں ذہنی مریض سمجھنے لگے ہیں۔ ”نظام مصطفیٰ“ اور ”مصطفوی انقلاب“ کی اصطلاح ترک کرکے صرف انقلاب تک آنا ان کے سیکولر عزائم کی نشان دہی کرتا ہے کہ وہ اب ایسے اسلام کے قائل ہیں جو اہل مغرب کے نزدیک قابل قبول ہو۔

اگرچہ طاہر القادری صاحب نے ''مصطفوی انقلاب'' اور نظام مصطفیٰ، کا نعرہ عمداً ترک کر دیا ہے اور انکی شخصیت قابل اعتماد نہیں ہے اسکے باوجود انکا چہرہ مذہبی ہے انکے پیروکار سیاسی کارکن سے زیادہ مذہبی کارکن دکھتے بھی ہیں اور حقیقاً ہیں بھی۔ اسلئے بعض ذہنوں میں یہ سوال منطقی طور پر پیدا ہو گیا ہے کہ کیا اس طرح کی احتجاجی سیاست سے اسلامی انقلاب آسکتا ہے یا شریعت نافذ ہو سکتی ہے؟ ہماری یہ حتمی اور سوچی سمجھی رائے ہے (اور اس کے دلائل بیان کرتے رہتے ہیں) کہ اسطرح کی جدوجہد سے غلبۂ دین کا ہر گز کوئی امکان نہیں ہے بلکہ موجودہ طرز کی جمہوری اور انتخابی جدوجہد سے بھی پاکستان میں غلبۂ دین راستہ کھلتا نظر نہیں آتا جیسا کہ پچھلے ٦٦ سال کے تجربے نے واضح کر دیا ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ کاغذی حد تک آئین اور قانون کے بہت سے حصے اسلامی ہیں لیکن ان پر عمل درآمد کرنے والے ادارے اور ان اداروں کو چلانے والے افراد اپنے آپ پر اسلام نافذ کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں لہٰذا اسلامی انقلاب کے نعروں، دھرنوں، جلسے جلوسوں حتیٰ کہ اسلامی قانون پاس کر لینے سے بھی دین کا غلبہ ممکن نہیں ہے جب تک آپ فرد کو نہ بدلیں اور فرد کو بدلنے کیلئے تعلیم وتربیت کے خاموش انقلاب کی ضرورت ہے نہ کہ گلا پھاڑ کر نعرے لگانے کی۔

تبدیلی اور اصلاح کیلئے اللہ تعالیٰ نے جو منہاج اپنے بھیجے ہوئے رسولوں اور خصوصاً آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو عطا فرمایا وہ تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیۂ نفس کے دو اصولوں پر مبنی تھا اور آج بھی انہی اصولوں پر عمل کر کے فرد، معاشرے اور ریاست کی اصلاح وتعمیر ممکن ہے۔

الغرض ہم اہل وطن سے اپیل کرتے ہیں خصوصاً ان لوگوں سے جو اس مملکت خداداد کو اسلامی اصول واقدار کا گہوارہ بنانے کے متمنی ہیں کہ وہ ان سے ہوشیار ہیں۔ ان دونوں صاحبان کا ایجنڈا مغرب کی ملحدانہ فکر وتہذیب کی علمبردار قوتوں کی، گلوبلائزیشن کی پالیسی کے تحت، پاکستان میں سیکولرزم کو فروغ دینے کا ہے جو ہر اس شخص کیلئے نا قابل قبول ہے جو اسلام اور نظریۂ پاکستان کا قائل ہے اور پاکستانی فرد، معاشرے اور ریاست میں اسلامی اصول واقدار پر عمل اور غلبے کا قائل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

[بشکریہ ماھنامہ البرہان ستمبر ۲۰۱۴ء]

سود کی لعنت

مولانا مفتی محمد ایاز

سود کو عربی میں ربا کہا جاتا ہے۔ ربا کا لفظی معنٰی ہے زیادتی، بڑھوتری جبکہ اصطلاح شریعت میں ربا سے مراد ایسی زیادتی ہے جو بغیر کسی معاوضہ کے حاصل کی جائے۔ اَلرِّبَا فِیْ اللُّغَۃِ الزِّیَادَۃُ وَالْمُرَادُ فِیْ الْاٰیَۃِ کُلُّ زِیَادَۃٍ لَا یُقَابِلُھَا عِوَضٌ۔ [احکام القران لابن العربی]

ربا (سود) میں وہ زیادتی بھی داخل ہے جو روپیہ کو ادھار دینے پر حاصل کی جائے کیونکہ مال کے معاوضہ میں تو رأس المال (اصل مال) پورا مل جاتا ہے جبکہ جو زیادتی سود (انٹرسٹ) لی جاتی ہے وہ بے معاوضہ ہے اور اسی طرح بیع وشراء (خرید وفروخت) کی وہ صورتیں بھی اس میں داخل ہیں جن میں کوئی زیادتی بلامعاوضہ حاصل کی جائے۔ سود کا مطلب ہر گز صرف یہ نہیں کہ آپ نے کو ایک روپیہ دیا اور سال یا ماہ کے بعد اس کے بدلے میں دو روپے وصول کئے۔ بلکہ سود یہ بھی ہے کہ آپنے سود پر روپے لے کر تجارت میں لگایا، آپ نے بلاسود قرض دے دیا مگر روپے دینے کی رعایت میں قرض دار سے اپنے اصل روپے لینے کے علاوہ کچھ اور فائدہ بھی اٹھایا مثلاً اپنی خدمت لی، یا کوئی چیز سستی خریدی، تو یہ سب سود میں داخل ہے۔

الغرض اسلامی شریعت میں سود قطعی حرام ہے اور ہر طرح کا سودی کاروبار بھی حرام ہے۔ اسلامی نظام معیشت کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد سود کی ممانعت بھی ہے۔ اسلام سے پہلے بھی اکثر مذاہب میں سود کو منع کیا گیا تھا، لیکن اسلام نے جس شدت اور تاکید کی ساتھ اس سے منع کیا ہے کسی اور مذاہب میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ قرآن مجید میں کم از کم پانچ آیات میں صراحتاً سود کو منع کیا گیا ہے، اور یہاں تک فرمایا گیا کہ اگر تم سود سے باز نہیں آتے تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لیے خبردار ہو جاؤ [البقرۃ:۲۷۸] احادیث میں بھی بکثرت سود کی مذمت کی گئی ہے، آپ ﷺ نے سود لینے والے، سود

دینے والے ،سودی معاملہ کو لکھنے والے ،اور ایسے معاملہ پر گواہ بننے والے سب پر اللہ کی لعنت بھیجی ہے،[مسلم، عن جابر بن عبداللہ]

ایک روایت میں ہے کہ سود کا وبال تہتر قسم کا ہے، جن میں سے کمتر درجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔ [مستدرک حاکم، عن عبداللہ ابن مسعودؓ]

سیدنا عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا کہ سود کا ایک درہم تینتیس بار زنا کرنے سے بڑھ کر ہے،[طبرانی] آپ ﷺ کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ سود ان برائیوں میں سے ہے جس کی وجہ سے دنیا میں بھی عذاب آتا ہے، سیدنا عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب کسی آبادی میں زنا اور سود کی کثرت ہو جائے تو گویا اس آبادی والوں نے اپنے اوپر اللہ کے عذاب کو اتار لیا[مستدرک حاکم] اور ایک روایت میں ہے کہ جب کسی قوم میں سود عام ہو جاتا ہے تو وہ قوم قحط سالی میں مبتلا کر دی جاتی ہے۔[مسند احمد، عن عمرو بن عاصؓ]۔ظاہر میں تو سود لینے والے کا مال بڑھ رہا ہوتا ہے، لیکن در حقیقت سود سے بے برکتی پیدا ہوتی ہے،اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا : ”اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں“ (البقرۃ:۲۷۶) نیز سیدنا عبداللہ ابن مسعود سے آپ ﷺ کا ارشاد مروی ہے کہ جس نے سود سے بہت سارا مال کمایا، انجام کار اس میں کمی ہی ہوگی،[ابن ماجہ] اسی لیے سیدنا عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ سود سے بھی بچو اور شبہہ سود سے بھی بچو، ”دَعَوَاالرِّبٰوا وَالرِّیْبَۃَ“ [ابن ماجہ] ایک طرف سود کی اس درجہ ممانعت ہے کہ شاید ہی شرک کے علاوہ کسی اور برائی کی اس درجہ مذمت کی گئی ہو، اس کے ساتھ ساتھ رسول ﷺ کی یہ پیشنگوئی بھی ہے کہ قیامت کے قریب سود ،زنا اور شراب نوشی عام ہو جائے گی،[طبرانی، عن عبداللہ بن مسعودؓ]

نیز ایک روایت ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اگر کوئی شخص سود خوری سے بچ بھی جائے تو اس کے غبار سے نہیں بچ سکے گا[ابوداؤد، عن ابی ہریرۃؓ] اور غالباً یہ زمانہ اب آچکا ہے!

سود کی حقیقت یہ ہے کہ ایک ہی جنس کی چیزوں کا تبادلہ ہو، جیسے روپیہ کا روپیہ سے، سونا کا سونا سے، چاول کا چاول سے، گندم کا گندم سے اور ایک طرف سے زیادہ مقدار ہو اور دوسرے طرف سے کم، جیسے ایک سو روپیہ دیا جائے اور ایک سو دس وصول کیا جائے ،اور ایک سو کیلو چاول، گندم دیا جائے تو ایک سو

دس کیلو چاول، گندم وصول کیا جائے ،اسی لئے رسول ﷺ نے ایک اصول مقرر فرمایا کہ ایک قرض پر قرض دھندہ کا کسی بھی طرح کا نفع حاصل کرنا سود میں داخل ہے:

''كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبٰو'' [الجامع الصغیر، عن علیؓ] صحابہؓ اس معاملہ میں اس قدر محتاط تھے کہ مقروض کا تحفہ بھی قبول کرنے میں احتیاط کرتے تھے، سیدنا عمر فاروقؓ نے حضرت ابی ابن کعبؓ کو دس ہزار درہم بہ طور قرض دیئے تھے، حضرت ابی ابن کعبؓ نے اپنے باغ کا کچھ پھل حضرت عمرؓ کو تحفہ پیش کیا، حضرت عمرؓ نے واپس کر دیا، (بخاری و مسلم) سیدنا انسؓ فرماتے ہیں کہ اگر تم کسی کو قرض دو اور وہ تم کو کھانے کا طبق پیش کرے، یا اپنی سواری پر چڑھائے، اور پہلے سے اس طرح کے تحفے تحائف دینے کا اس کا معمول نہ رہا ہو، تو ایسے تحائف قبول نہ کرنا چاہیئے، (ابن ماجہ) سیدنا عبداللہ ابن عمرؓ سے ایک شخص نے پوچھا کہ میں نے ایک شخص کو قرض دیا اوور اس نے مجھے کچھ تحفہ دیا، تو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ یا تو اس تحفہ کے بدلے میں تحفہ دے دو یا اس کو اپنے قرض میں شمار کرلو، [مصنف عبدالرزاق]

اس لئے قرض دینے والوں کو اس سلسلہ میں خوب احتیاط سے کام لینا چاہیے۔

افسوس کہ آج کل سود کی حرامت اور شناعت لوگوں کے ذہن سے نکلتی جارہی ہے، بہت سے لوگ بات تو جائز اور حلال منافع کی کرتے ہیں، لیکن نقصان کا خطرہ قبول کرنے کو بالکل تیار ہی نہیں ہوتے اور چاہتے ہیں کہ ان کا نفع بہر حال متعین رہے۔ اور سرمایہ کو کسی قسم کا خطرہ نہ رہے۔ یہ فکر سود خورانہ ذہنیت کی عکاس ہے۔ جہاں یہ بات ضروری ہے کہ اپنا سرمایہ خوب سوچ سمجھ کر کسی کمپنی میں مشغول کیا جائے اور کمپنی کے کاروبار کی پہلی تحقیق کرلی جائے ،وہیں یہ بھی ضروری ہے کہ ایک مسلمان اپنے ذہن کو اس بات کیلئے تیار رکھے کہ اگر اللہ کی طرف سے اس کیلئے نقصان ہی مقدر ہے تو اسے بھی وہ ہنسی خوشی برداشت کرے گا۔

سود کی بعض ایسی صورتیں بھی ہیں، جس میں ناواقفیت کی وجہ سے بعض دیندار لوگ بھی مبتلا ہو جاتے ہیں،ان میں ایک صورت بینک میں فکسڈ ڈپازٹ کی ہے، یعنی آپ ایک مخصوص مدت کے لیے بینک میں اپنی رقم رکھتے ہیں، اور اس مدت کے پوری ہونے پر بینک دوگنا تین گنا صورت میں یہ رقم آپ کو واپس کرتا ہے یہ صورت صریحاً سود کے دائرہ میں آتی ہے، اللہ تعالیٰ نے مطلقاً سود کو حرام

قرار دیا ہے ، کسی خاص خطہ اور علاقہ کی قید نہیں لگائی ، جیسے شراب، زنا، چوری اور ڈکیتی، مسلم ممالک میں بھی حرام ہیں اور غیر مسلم ممالک میں بھی ،اسی طرح سود کی ممانعت ہر علاقہ اور مقام کے لئے حرام ہے اور اس سے بچنا مسلمان کا فریضہ ہے۔اسی طرح پرائز بانڈز، سرٹیفیکیٹ جو نفع ملتا ہے اور اس کے علاوہ آج کل جو مختلف کمپنیوں کی طرف سے انعامی سکیموں میں بھی سود کی آمیز پائی جاتی ہیں۔

اسی طرح کے بعض اور معاملات بھی ہیں جو سود سے خالی انہیں ،ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ دنیا حلال وحرام کی پرواہ کئے بغیر جس راستہ پر جارہی ہے ہم بھی وہی راستہ اختیار نہ کرلیں ،بلکہ اپنے آپ کو سود جیسے گناہ سے بچائیں ، کہ سیدنا عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے جس کا گوشت مال حرام سے پیدا ہوا ہو، جہنم اس کی زیادہ مستحق ہے۔[مشکوۃ: ۲۴۶]

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ملک خداداد پاکستان جو اسلام ہی کی بنیاد پر وجود میں آیا ہے ،اب تک سودی نظام اور سودی بینک کاری کی لعنت میں مبتلا ہے۔ ہماری معاشی بدحالی کی وجوہات میں سے ایک بڑی وجہ یہی سودی نظام بھی ہے کیونکہ رب کائنات فرماتے ہیں کہ سود کا انجام ہی تباہی ہے۔ تو اس سے زیادہ واضح دلیل اور حقیقت کیا ہو سکتی ہے۔ اسلئے اس ملک میں اسلامی نظام معیشت کی ضرورت ہے اور اس کے لیے عملی اقدام کے لیے پختہ ارادے درکار ہیں۔ایک اسلامی ملک میں اسلامی معیشت کی طرف پیش قدمی کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان ممالک میں مسلم ماہرین بنکاری موجود ہوں۔اگرچہ یہ کام بہت طویل المیعاد ہے لیکن ناممکن نہیں۔اسی بناء پر کہا جاتا ہے کہ پاکستان میں اسلامی بنکاری کا کام اتنا ہی پرانا ہے جتنا پاکستان خود پرانا ہے۔

علامہ اقبال اور قائداعظم کے درمیان ۱۹۳۶ء سے لے کر ۱۹۳۸ء تک کے برسوں میں بعض اہم خطوط میں پاکستان بننے سے پہلے دس سال پہلے اس بات پر غور وفکر کا پتہ چلتا ہے کہ شریعت کی روشنی میں پاکستان کے معاشی امور اور اقتصادی مسائل کو کیسے حل کیا جائیگا۔ پھر قیام پاکستان کے بعد یکم جولائی ۱۹۴۸ء کو اسٹیٹ بینک کے قیام کے افتتاح کے موقع پر کہا کہ موجودہ دور نے دنیا کو دو معاشی نظام دیئے ہیں ان دونوں معاشی نظام نے دنیا کو مصائب اور بیماریوں کے علاوہ کچھ نہیں دیا۔ لہٰذا ہماری ذمداری یہ

ہے کہ ہم اسلامی شریعت کے احکام کی روشنی میں ایک ایسا نظام وضع کریں جو عادلانہ ہواور دنیا کو ان دونوں نظاموں کے ظالمانہ نتائج سے محفوظ رکھ سکے۔

عالمی سودی نظام معیشت کے مضرات اور بربادیوں کو دیکھتے ہوئے اور بابائے قوم اور شاعر مشرق کی دوربین اور برحق تمنا کے پیش نظر یہ وقت کی پکار ہے کہ اسلامی نظام معیشت کی فضیلت وافادیت سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے۔اس عظیم مقصد کے لیے اسلامی دنیا کے علاوہ مغربی دنیا میں بھی کام ہو رہا ہے اور پاکستان میں بھی بہت کام ہو چکا ہے لیکن اس کام کو مضبوط بنیادوں پر آگے بڑھانے کے لیے ماہرین کی ضرورت کے ساتھ ساتھ صاحب اقتدار طبقہ کی طرف سے سنجیدگی اور اخلاص کے ساتھ عملی اقدامات اٹھانے کی بھی ضرورت ہے۔اللہ تعالیٰ ہم کو عمل کرنے اور عملی اقدام کے لیے قدم اٹھانے کی توفیق عطاً فرمائے۔آمین

خوشخبری

تمام قارئین کو یہ خوشخبری دی جاتی ہے کہ حضرت مولانا مفتی محمد ایاز صاحب کی نئی کتابیں جلد منظر عام پر آرہے ہیں۔

۱۔ **تعارف فقہ واصول فقہ** (جس میں فقہ واصول فقہ کی تدوین، تاریخی ادوار اور اہم عنوانات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔)

۲۔ **حج وعمرہ قدم بہ قدم** (جس میں بہت سہل انداز میں نقش وتصاویر کے ذریعے حج وعمرے کا طریقہ اور اہم مسائل بیان کئے گئے ہیں۔)

مسلمان اور تنظیمِ وقت

محمد بشیر جمعہ

تنظیم وقت (Time Management) ایک ایسی صلاحیت کا نام ہے جس کی بنیاد آپ کی اپنی ذات ہے۔ جب تک آپ اپنی ذات کی بہتری اور اصلاح نہیں کر لیتے اس وقت تک آپ اپنے مہیا وقت کا بہتر طریقے سے استعمال نہیں کر سکتے۔ لہٰذا اپنی ذات کی تنظیم بہتری، ترقی اور اخلاق اور کردار میں بڑھوتری کی کوشش آپ کی تنظیمِ وقت صلاحیت کو نکھار دے گی۔

تنظیم وقت کے حوالے سے پانچ مراحل ترتیب دیے گئے ہیں۔ان مراحل کے ذیلی حصّے بھی ہیں ۔اپنی تربیت، تزکیہ، ترقی، اپنی ذات کی ترتیب اور اپنی کارکردگی کو بڑھانے کے لیے ان نکات پر غور کیجیے۔

پہلا مرحلہ : شخصیت کا جائزہ

اپنے آپ کو پہچانئے.

- تنہائی میں بیٹھ کر اپنا جائزہ لیں۔خالق سے رابطہ قائم کریں اور سوچیں کہ اس نے مٹی کے اس پُتلے میں روح کے ساتھ کتنی نعمتیں، صلاحیتیں اور کتنے رشتے پیدا کیے۔
- مالک کی دی ہوئی نعمتیں شمار نہیں ہو سکتیں، البتہ اپنے تصور میں لانے کی کوشش کی جا سکتی ہے ۔

اپنی شناخت کو ضبط تحریر میں لائیں

- احساس کیجیے کہ آپ کیا تھے، کیا ہیں اور مالک کی نعمتوں کا یہی سلسلہ رہا تو کیا کچھ ہو سکتا ہے۔
- ہفتے میں ایک دن ضرور تنہائی میں اپنے آپ سے ملاقات کیجیے اور اس ملاقات کے نوٹس لیجیے۔
- اپنی ذات کو وقت دیجیے اور اس سے باقاعدگی سے ملاقات کیجیے۔یہ ذات آپ کے ساتھ ہوتے ہوئی عموماً آپ سے دور اور محروم رہتی ہے۔

اپنے مثبت اور منفی معاملات کو دیکھیں

- آپ یقیناً اس دنیا کے کروڑوں افراد سے بہتر ہیں اور کروڑوں افراد آپ سے بہتر ہیں۔آپ اپنی کئی خامیوں کو محض کوشش سے دور کر سکتے ہیں۔
- اس کام کے لئے اپنی نوٹ بک بنائیں اور اس کے لئے ایک پین یا بال پین بھی مختص کر لیں۔

یہ در حقیقت آپ کی ایک رازدان دستاویز ہے۔

جائزہ لیں کہ آپ اپنا وقت کہاں اور کیسے خرچ کرتے ہیں؟

- کم از کم ایک ماہ تک آپ اس بات کی کوشش کریں کہ آپ اپنے جاگنے کے اوقات کے مصرف کو ریکارڈ کریں اور ہفتہ کے ۱۵۶ گھنٹوں کا جائزہ لیں کہ وہ کس انداز سے خرچ ہوئے؟ کیا اس خرچ سے آپ کے خاندان کو یا آپ کے کاروبار کو کوئی فائدہ ہوا یا دنیا یا آخرت کے لحاظ سے کوئی بہتری ہوئی؟
- اس ایک ماہ کے جائزہ کے بعد کوشش کریں کہ غیر مفید کاموں کے مقابلے میں اپنے آپ کو مفید کاموں میں لگائیں۔

تنظیم وقت کے حوالے سے اپنی صلاحیتوں اور خامیوں کا جائزہ لیں

- اگر تالاب میں دو افراد کو دھکیل کر ان سے کہا جائے کہ وہ دونوں دوسرے کنارے پر پہنچنے کی کوشش کریں، تو دوسرے کنارے پر وہی پہنچ سکتا ہے جسے تالاب میں تیرنا آتا ہے اور جسے نہیں آتا وہ کسی اور منزل پر پہنچ جائے گا۔ تنظیم وقت ایک فن ہے اسے سیکھنے کی کوشش کریں۔
- تنظیم وقت کی صلاحیت کی تربیت شروع کے دنوں میں مشکل ہوتی ہے مگر مسلسل مشق کے نتیجے میں آپ بڑی بلندی پر پہنچ سکتے ہیں۔
- اس صلاحیت کے ذریعے آپ کی کارکردگی بڑھ جاتی ہے۔آپ کی شخصیت میں تاثیر، آپ کے معاملات میں توازن پیدا ہو جاتا ہے اور آپ کی زندگی معتدل اور آپ کی محنت نتیجہ خیز ہو جاتی ہے۔

اندرونی اور بیرونی مسائل کا جائزہ لیں

- ہر انسان مسائل سے دوچار ہے۔ مگر تنظیم وقت اس گاڑی کی مانند ہے جسے لمبے سفر پر روانہ ہونا ہے اور اس سے پہلے گاڑی کی بہت ساری چیزوں کی چیکنگ کرلی جاتی ہے۔
- وہ مسائل جو آپ کی ذات سے وابستہ ہیں ان کا جائزہ لیجیے۔ ان مسائل کا بھی جائزہ لیجیے جو آپ کی ذات سے وابستہ نہیں ہیں مگر آپ کے لئے تکلیف دہ ہیں اور ان کی وجہ سے آپ کی کارکردگی متاثر ہو رہی ہے۔ یہ مسائل دفتر بھی ہو سکتے ہیں، کاروباری بھی، خاندانی بھی اور معاشرتی بھی اور صحت کے حوالے سے بھی۔

اپنی عادات کا جائزہ لیں

- وہ عمل جو آپ بغیر سوچے سمجھے کرنے لگتے ہیں کیوں وہ آپ کی عادت بن چکا ہوتا ہے، یہ عادات عملاً آپ کے لئے اصول بن جاتی ہیں۔
- اپنی بری عادتوں کا جائزہ لیں۔ انہیں کم کرنے اور ختم کرنے کی منصوبہ بندی کریں اور پھر اس پر باقاعدگی سے عمل کریں تاکہ وہ مقرر مدت میں ختم ہو جائیں۔ جس انداز سے بیماریوں کا علاج کیا جاتا ہے، اسی انداز سے ترقی میں روکاوٹ ڈالنے والی عادتوں کا بھی علاج کیجیے۔

دوسرا مرحلہ : نصب العین کا تعین

- زندگی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ زندگی کے لمحات کا پیمانہ وقت ہے۔
- زندگی، نعمتوں کے استعمال اور ان سے وابستہ ذمہ داریوں کو ادا کرنے کا نام ہے۔
- زندگی دنیا میں عمل اور آخرت میں نتائج کا نام ہے۔

زندگی کا نصب العین کیا ہونا چاہیئے

- زندگی کا نصب العین خالق سے وابستگی اور اس کے دیئے گئے ضابطۂ حیات اور اس سے کیے ہوئے عہد پر عمل کرنا ہے۔

- اس کی بہترین مثال اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ اور ان کی سیرت کے تابع زندگی گزارنے کی کوشش، ہمارا نصب العین ہونا چاہیئے۔
- اس عہد کے اپنے آداب ہیں، کچھ کرنے کے کام ہیں اور کچھ کام نہ کرنے کے ہیں۔
- احساس ذمہ داری اور آخرت میں جواب دہی کی تیاری ہمارا نصب العین ہونا چاہیئے۔
- اس نصب العین کی خوبی یہ ہے کہ دنیا بھی بہتر ہو، آخرت اور دنیا کی درمیانی مدت (برزخ) بھی بہتر ہو، اور بالآخر آخرت بھی بہتر ہو۔

نصب العین کے متعین ہونے کے بعد زندگی پر اثرات

- مندرجہ بالا نصب العین کے تعین کے بعد ہماری زندگی میں امید اور خوف کا معاملہ آتا ہے۔
- اس نصب العین کے تعین کے بعد شخصیت میں ایک توازن، ترتیب، تنظیم، تہذیب اور توکل کے عناصر آجاتے ہیں۔
- متعینہ نصب العین ہمارے اندر سچائی، ایمان داری، امانت، ایفائے عہد اور اپنی ذات کے ساتھ انصاف جیسے اخلاقی اوصاف کا متقاضی ہے۔
- عزتِ نفس، احترام انسانیت، اعتدال، معاملہ فہمی، عفو درگزر، ضبط، غصہ، صبر و شکر۔۔۔ یہ اقدار ہماری ذات کے لئے مطلوب ہیں
- اس نصب العین کے حصول کے لئے آپ کو مقاصد یا اہداف متعین کرنے ہوں گے۔

تیسرا مرحلہ: حصولِ نصب العین کے لیے اہداف کا تعین

- زاد سفر کا جائزہ لیں اور بہتری کے لیے بھی مقاصد مقرر کریں
- احساس ذمہ داری: یہ وہ بنیادی عنصر ہے جو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر آپ کی ذات میں ہونا چاہیئے۔
- رویہ: یہ وہ عنصر ہے جو آپ کو مقبول بھی بنا سکتا ہے اور معتوب بھی۔ اس پر غور کرنے اور تیاری کرنے کی ضرورت ہے۔

- عادات: یہ وہ افعال ہیں جو وقت کے ساتھ ساتھ آپ کی زندگی کے قواعد اور اصول بن سکتے ہیں۔ان عادات کے ذریعے آپ کے سفر کی رفتار تیز اور منزل قریب ہو سکتی ہے۔

صلاحیتیں اور قابلیتیں : یہ وہ مطلوبہ صلاحیتیں ہیں جو آپ کی بقاء ترقی اور کامیابی کے حصول کے لیے ضروری ہیں ۔ان صلاحیتوں میں غور وفکر سے لے کر اجتماعی کوششیں ، تقسیم کار اور قیادت شامل ہیں۔ لیکن عمر اور ذمہ داریوں کے ساتھ اس کی نسبت ہے

- ٹیکنالوجی: یہ صدی تیز رفتاری، غیر دیواری یا بغیر سرحدوں کی صدی ہے۔ ٹیکنالوجی اس قدر ترقی کر گئی ہے کہ برسوں کے سفر اب لمحوں میں طے ہو رہے ہیں اور دنیا ایک لیپ ٹاپ یا موبائل فون میں سمٹ کر رہ گئی ہے۔
- درج ذیل میدانوں کے لیے مقاصد و منازل کا تعین کریں
- ذاتی زندگی کے لیے، تربیت اور صحت، ترقی اور کامیابی کے لیے۔
- تعلیمی زندگی، کیریر، رزق حلال اور معاشی آسودگی کے لیے۔
- خاندان، والدین، بیوی بچے اور گھریلو زندگی کے لیے۔
- سماجی اور معاشرتی زندگی میں اپنی عزت نفس اور مقام کے لیے۔

چوتھا مرحلہ : ذات میں تبدیلی اور سیکھنے کا عمل

- اپنی سوچ اور انداز فکر کا جائزہ لیں، اس میں تبدیلی لانے کی کوشش کریں اور اسے نصب العین اور مقاصد زندگی سے ہم آہنگ بنائیں۔
- اپنی صلاحیتوں کا جائزہ لیں انھیں دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق ڈھالیں۔
- اپنی تعلقات کا جائزہ لیں اور نصب العین اور مقاصد زندگی کے مطابق بنائیں۔
- اپنے اخلاق کو سنوار کر تمام میدانوں میں ہر دلعزیز بننے کی کوشش کریں۔
- اپنے معاملات کے حوالے سے قابل اعتماد بنیں کہ آپ پر بھروسا کیا جاسکے۔
- اپنے آپ کو منّظم کریں۔اپنی ذات کو پھیلانے کے بجائے سمیٹنے کی کوشش کریں۔اپنی بکھری ہوئی چیزوں اور معاملات کو مجتمع کریں اور پھر جائزہ لیں کہ کیا ضروری ہے اور کیا غیر ضروری؟

- جو کام سر انجام دے رہے ہیں ان کا جائزہ لیں کہ کیا وہ کرنا ضروری ہیں اور ساتھ ساتھ ایک فہرست بنائیں جس میں آپ طے کرلیں کہ آپ کو یہ کام نہیں کرنے۔
- تضیع اوقات اور تساہل کو ترک کریں۔اپنے اوقات کے ضائع ہونے کا خاص خیال رکھیں اور اپنی زندگی سے سستی، کاہلی اور ٹال مٹول کی عادت کو کم سے کم کرنے کی کوشش کریں۔
- نصب العین اور مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے کام کریں۔جو بھی کام کریں، اپنے ذہن میں اپنے نصب العین کو پیش نظر رکھیں اور دیکھیں کیا یہ کام اپنے نصب العین کے مطابق کر رہے ہیں۔
- روزانہ چند لمحات تنہائی کے حاصل کیجیے اور اپنے آج کو گذشتہ کل سے بہتر بنائیں۔اپنے آنے والے کل کو اپنے گزرے ہوئے آج سے بہتر بنانے کی تیاری اور کوشش کریں۔

پانچواں مرحلہ: عملی پیش رفت اور جائزہ

ترجیحات کے مطابق منصوبہ بندی کریں

- ترجیحات کی درجہ بندی کرکے اپنے لیے عملی پروگرام بنائیں۔
- مقاصد، مطالب، منازل کے حصول کے لیے منصوبہ بندی کریں۔
- کیلنڈر کو سامنے رکھتے ہوئے ان کو اوقات کا پابند بنائے۔

فیصلہ کریں کہ اپنے مقاصد کے لیے کن معاملات سے دستبردار ہوگے

- اپنے کاموں اور مقاصد کی فہرست بنانا ضروری ہے۔
- وسائل اور صلاحیتوں کو سامنے رکھتے ہوئے آپ کو چند مقاصد اور کاموں کے مقابلے میں ترجیح دینا ہوگی، اور چند مقاصد اور کاموں سے دستبردار ہونا ہوگا۔

اپنے کرنے کے کاموں کا ٹائم ٹیبل بنایئے

- مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے کاموں کو ترتیب دیجیے۔
- یومیہ، گھنٹوں کے لحاظ سے ٹائم ٹیبل بنایئے اور اس کو ٹائم ٹیبل میں مربوط کیجیے۔

کاموں کے لیے وقت اور وسائل کا تعین کیجیے

- مقاصد سے لگن کے لیے اپنے کاموں کے لیے وسائل مہیا کرنا آپ کی ذمہ داری ہے۔

- کام، وسائل اور معینہ اور مقررہ وقت کی سختی سے پابندی کیجیے۔

یومیہ کی امور کی فہرست بنائیں اور اس پر باقاعدگی سے عمل کریں

- روزانہ رات سونے سے قبل، اگلے روز کرنے کے کاموں کی فہرست تیار کرلیں۔اپنے کاموں کی ترجیحات بنالیں اور ان پر عمل کرنے کے لیے ترتیب کے نمبر بھی ڈال دیں۔

افراد کے ساتھ کام کرنے کے لیے اجتماعی جدوجہد کا فن سیکھیے

- افراد کے ساتھ مل کر کام کرنے کی صلاحیت پیدا کیجیے۔
- افراد کی تربیت کرکے ان کی ایک موثر ٹیم بنانے کی کوشش کیجیے۔
- تربیت کے بعد ٹیم کو کام بھی سکھائیں۔
- کام کرکے بھی دکھائیں اور پھر ان میں اعتماد پیدا کرکے تفویض اُمور کا فن بھی سکھائیں۔
- اپنا بھی جائزہ لیں اور اپنی ٹیم کے ساتھ بھی جائزے کا کوئی فورم بنائیں۔
- اچھی کارکردگی کو سراہنے کی عادت ڈالیں اور اپنے اچھے کام کرنے والے افراد کی سب کے سامنے تعریف کریں

۔

- متاثرہ کارکردگی والے افراد کے مسائل کو سمجھنے کی کوشش کریں، ورنہ ان کو اچھے الفاظ میں تنبیہ کریں۔
- تنبیہ میں اپنے ساتھی کی عزت نفس کا خیال رکھیں اور ایسی بات نہ کریں جو دل شکنی کا باعث ہو

نئی سوچ اور نئی فکر کے ساتھ تبدیلی لائیں

- اپنی سوچ میں تنوّع پیدا کریں۔
- اس کے لیے مطالعہ اور غور و فکر کریں۔
- اپنے افراد کار میں بھی یہ عادت ڈالیں۔انھیں سمجھائیں کہ یہ گھر کے حساب کی مانند ہے تاکہ آپ کو ضروری اور غیر ضروری مصارف کا احساس ہوسکے۔

تعلیم وتربیت

اسلامی اور دیگر نظریہ ہائے تعلیم

لقمان احمد

زندگی کے بدلتے رنگوں میں مختلف النوع افراد زندگی کے ان رنگوں سے گزرتے ہیں۔ ہر کوئی انفرادی یا اجتماعی طور پر زندگی گزارنے کے لئے ایک رنگ کو منتخب کرتا ہے، زندگی کی اس منزل کو سنوارنے میں تعلیم کا بنیادی کردار ہے، اور مختلف نظریے کے لوگ اپنے سوچ کے موافق تعلیم کے درپے ہوتے ہیں۔

اگر دیکھا جائے تو دنیا میں اس وقت تین بڑے نظام رائج ہے، جس میں لوگ اپنے ہی نظرے کے مطابق تعلیم کا حصول سودمند تصور کرتے ہیں۔ دنیا کی سربراہی آج امریکہ اور روس کے ہاتھ میں ہے۔ نظریات کے میدان میں بھی یہی دونوں پیش پیش ہیں، امریکہ جمہوریت کا علمبردار ہے اور روس اشتراکیت کا۔ دنیا کے وہ تمام ممالک جو امریکہ سے مرعوب و متاثر ہیں وہ قوم پرستانہ جمہوریت پر یقین رکھتے ہیں اور اپنے یہاں کا تعلیمی ڈھانچہ بھی اسی نظریہ کے تحت مرتب کرتے ہیں اور جو لوگ روس کے آلہ کار ہیں وہ کلیت پسندانہ اشتراکیت کو اپناتے ہیں اور ان کے نظام تعلیم پر بھی اس کی گہری چھاپ ہوتی ہے۔ اسی لیے تعلیم کے غیر اسلامی نظریات میں سے ہم نے صرف ان دو کو زیر بحث لایا ہے۔

اشتراکی نظریہ تعلیم:

اشتراکیت ایک مادہ پرستانہ نظام ہے جو اپنی مذہب دشمنی اور اخلاقی و روحانی قدروں کی بیخ کنی میں مشہور ہے۔ افراد اور ان کی انفرادیت اس کے نزدیک ناقابل لحاظ ہیں، شہریوں کی جان ومال ان کی عزت و آبرو اور مملکت کے سارے وسائل وذرائع کی مالک اسٹیٹ ہوتی ہے۔ چنانچہ اشتراکی نظام خدا سے مکمل بغاوت کرنے اور افراد کی انفرادیت کو کچلنے کے درپے رہتا ہے، اسے فطرت کے خلاف مسلسل جنگ کرنی پڑتی ہے، کلیت وآمریت کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

اشتراکی نظام تعلیم کا مقصد:

اشتراکیت کے علمبردار دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ تعلیم و تربیت کے ذریعے ہم افراد کو "سماج کا بے نفس خادم" بنانا چاہتے ہیں لیکن وہ دراصل طلبہ کی فطری صلاحیتوں اور انفرادی خصوصیات کو اس انداز سے موڑنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ اپنی شخصیت کو اجتماعی مادی مفاد پر قربان اور اپنی انفرادیت کو اجتماعیت میں گم کر دیں، وہ طلبہ کو مادہ پرست، مذہب دشمن اور خدا کا باغی بناتے ہیں، ان کے اندر طبقاتی منافرت پیدا کرتے ہیں اور انہیں جانوروں سے بدتر بنا کر رکھ دیتے ہیں۔ اس طرح چند افراد یا ایک مختصر سی پارٹی مملکت کے سارے وسائل وذرائع اور سب کے جسم و جان پر قابض ہو کر دو وقت کی روٹی کے عوض ہر ایک کو بے ضمیر اور اپنا آلہ کار بنا لیتی ہے اور کہا یہ جاتا ہے کہ ہم نے انسان کا معاشی مسئلہ حل کر دیا ہے۔

جمہوری نظریہ تعلیم:

آمریت یا ملوکیت کے برعکس جمہوریت میں اقتدار اعلیٰ کے مالک تمام باشندگان مملکت ہوتے ہیں۔ انہیں کی مرضی سے حکومتیں قائم ہوتی ہیں اور قوانین بنتے ہیں۔ مملکت پر کسی فرد، خاندان یا گروہ کی اجارہ داری نہیں ہوتی۔ عوام کے منتخب نمائندے حکومت چلاتے ہیں۔ انتخابات کی بنیاد عموماً بالغ رائے دہندگی پر ہوتی ہے۔ سب کو ووٹ دینے اور امیدوار بننے کا حق حاصل ہوتا ہے۔

جمہوری نظام تعلیم کا مقصد:

۱۔ یعنی مملکت کے ہر شہری کو زندہ رہنے، گھومنے، پھرنے، جماعت بنانے، اجتماعات کرنے کی آزادی ہے۔ تحریر، تقریر عقیدہ و مسلک، رائے، ضمیر وغیرہ کی آزادی اور تعلیم و تبلیغ کا حق حاصل ہے۔

۲۔ تمام شہری برابر ہیں، ذات پاک، رنگ و نسل، عقیدہ و مسلک، یا جنس و دولت کی بنا پر شہریوں کے مابین فرق و امتیاز نہ برتا جائے۔ ہر ایک کو آگے بڑھنے کے مساوی مواقع حاصل ہوں۔ جو بھی جس مقام و منصب کے لیے ضروری صفات و صلاحیتیں بہم پہنچائے وہ اس پر فائز ہو سکے۔

۳۔ تبدیلی فطری ہے۔ یہی زندگی اور ترقی کی علامت ہے۔ زمانہ ہر گھڑی بدلتا رہتا ہے۔ مملکت کے حالات و ضروریات میں بھی تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ نئے حالات، نئے مسائل کھڑے کرتے ہیں۔ اس

لیے مملکت کی بقاء ، استحکام اور ترقی کے لیے اس کے نظام ، پالیسی اور پروگرام میں بھی حسب ضرورت تبدیلی ہونی چاہیے لیکن یہ تبدیلی اسی وقت مفید اور نتیجہ خیز ہو سکتی ہے جب اس کے لانے میں شہریوں کی رائے اور مرضی کو دخل ہو کوئی چیز اوپر سے نہ تھوپی جائے۔

اسلامی نظریہ تعلیم:

اسلام ایک مکمل نظام زندگی ہے۔ اللہ کے نزدیک ساری انسانیت کے لیے واحد مستند دین یہی ہے۔ صرف اس کو اپنا کر انسان فلاح دارین حاصل کر سکتا ہے۔

اسلامی نظام کی اساس:

(۱) توحید : ساری کائنات کا خالق ، رازق، مالک اور فرمانروا اللہ ہے۔ سارے انسان اس کے بندے اور غلام ہیں۔ سروری اور فرمانروائی صرف اس کے لیے مخصوص ہے ہر ایک کو اس کے تابع فرمان بن کر رہنا چاہیے اور اس کے آگے سر جھکانا چاہیے۔

(۲) رسالت : اللہ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے اپنے رسول بھیجے۔ رسول اپنے ساتھ اللہ کے فرمان لائے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں۔ انحضرت ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ آپ ﷺ اللہ کا فرمان، قرآن لائے اور اللہ کی مرضی پر چل کر دکھایا۔

اللہ کی کتاب اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع ہی میں سارے انسانوں کی نجات ہے۔

(۳) آخرت : سارے انسانوں کو مرمٹ کر ایک روز اللہ کے حضور میں کھڑا ہونا اور اپنے سارے کاموں کا حساب دینا ہے۔ کوئی بھی اس کی گرفت سے بچ نہیں سکتا، ہر ایک کو اپنے کئے کا برا یا بھلا بدلہ پانا ہے۔

(۴) خلافت : ہماری زمین اللہ کی بے پایاں مملکت کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔ انسان اس زمین پر اللہ کے حکم کا پابند ہیں۔ ان کے لیے صحیح رویہ یہی ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی

گزاریں، خداترسی، پرہیزگاری، انتظامی صلاحیت اور جمہور کا اعتماد سربراہی و سرداری کے لیے ضروری صفات ہیں۔ ذمہ دار کا فرض ہے کہ وہ اجتماعی نظام عدل وانصاف پر قائم کریں، برائیاں مٹائیں۔ بھلائیوں کو فروغ دیں اور جمہور کو اللہ کی مرضی کے مطابق چلائیں۔

(۵) وحدت بنی آدم ، مساوات اور اخوت: عربی کو عجمی پر، گورے کو کالے پر اور امیر کو غریب پر ، برہمن کو اچھوت پر کوئی فضیلت نہیں۔ سب سے شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار اور خداترس ہے۔

(۶) آزادی : چھوٹے بڑے، امیر غریب، مرد عورت، مالک نوکر، سب اللہ کے بندے اور اس کے تابع فرمان ہے۔ مطلق آزاد کوئی بھی نہیں۔البتہ انسانوں کے تعلق سے ہر ایک آزاد ہے۔ ہر فرد کو اللہ نے اس کی ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا کیا ہے۔ کسی انسان کو بھی یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسروں کی آزادی سلب کرلے یا اللہ کے بندوں کو اپنا بندہ بنائے اور انہیں اپنے مرضی پر چلائیں۔

(۷) ساری مخلوق اللہ کی عیال ہے، سب کی بنیادی ضروریات لازماً پوری ہونی چاہئیں۔ ہر بھوکا کھانے کا، ننگا کپڑے کا، مریض دوا اور علاج کا مستحق ہے۔اس کا یہ حق بہر حال اسے ملنا چاہیے۔

اسلامی نظریہ تعلیم کا مقصد:

ان اساسی تصورات سے خود بخود یہ بات نکلتی ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے تعلیم وتربیت کا مقصد فرد کو "اللہ کا صالح بندہ بنانا" ہے۔

اسلام اور خاندانی نظام

ڈاکٹر سمیحہ راحیل

خاندان معاشرے کی بنیاد اور پہلا الہامی اور ربانی ادارہ ہے، جس کو اللہ رب العالمین نے حضرت آدمؑ اور بی بی حواؑ کے جوڑے کو بنا کر قائم کیا اور اس کی استحکام کیلئے ہر زمانے میں اور ہر نبی کیساتھ ہدایات بھیجیں۔ خاندان اور گھر سے اللہ رب العالمین کی محبت کا

اظہار بیت اللہ کی تعمیر سے بھی ہوتا ہے کہ اُس نے اپنی یاد کیلئے ایک گھر کی تعمیر کو پسند کیا ورنہ تو کوئی مینار یا کوئی اور یادگار بھی تعمیر کی جاسکتی تھی، مگر اُس نے اپنے لئے بیت اور گھر کو منتخب کیا اور ہر جگہ پر مسجد کو بھی اللہ کا گھر قرار کیا گیا کہ گھر ہی اس انسانی دنیا کی بقاء اور تسلسل کا بنیادی سبب ہے۔

گھر معاشرے کی بنیادی اینٹ ہے اور اللہ نے تخلیق انسانی کے آغاز کیساتھ ہی اُس کا ساتھی بھی تخلیق کر دیا زمین پر بسائے جانے والے معاشرے محبت اور مودّت کے جذبات کیساتھ پروان چڑھ سکیں۔

اسلام مرد عورت کے تعلقات کی حد بندی کرتا ہے اور نکاح کو خاندان اور گھر کی بنیاد قرار دیتا ہے۔ انسان کی گھریلو زندگی اس کے خاندان کے گرد گھومتی ہے۔ اس کیلئے آغاز میں ہی خاندان کی اہمیت پر غور کرنا ضروری ہے۔ انسانی معاشرت پر غور کریں تو خاندان ہیاس کی اساس ہے۔ خاندان میاں بیوی، والدین، اولاد اور اہل قرابت پر مشتمل ہوتا ہے اور اس کا نظام ایک وحدت اور ایک اکائی کی صورت میں کام کرتا ہے۔ یہ جب تک آپس میں مربوط اور جڑا رہے، پورا معاشرہ مسرت اور راحت سے بھر جاتا ہے اور اس میں کسی قسم کی ٹوٹ پھوٹ اور انتشار ہو تو معاشرہ متاثرہ ہوتا ہے۔ اس لیے گھر کا استحکام اور صحیح بنیادوں پر اس کا استوار ہونا نہایت ضروری ہے۔

گھر کے استحکام کیلئے انتہائی ضروری ہے کہ اس پر غور کیا جائے اُس کے اجزائے ترکیبی آپس میں کتنے مربوط ہیں۔ اُن کو آپس میں جڑے رہنے کیلئے اسلام نے پورا عائلی نظام قائم کیا ہے اور اس کیلئے واضح ہدایات دی ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے قرآنی ہدایات کی تعمیل کرتے ہوئے باہمی حقوق وفرائض کا ایک سلسلہ قائم کر دیا تاکہ خاندان کو آپس میں جوڑ دیا جائے اور شیطانی رخنوں کا مقابلہ کیا جائے۔ اسلام

فرد اور جماعت کے تعلق میں جس توازن اور اعتدال کا علمبردار ہے، اُس کا تقاضا ہے کہ خاندان کی بنیادی اکائی برقرار رہے تاکہ معاشرے میں خوشیوں اور سکون کا دریا بہتا رہے۔ گھر میں محبت فاتح عالم کا سلیقہ اگر آجائے تو جنگل گلشن میں تبدیل ہو سکتا ہے ورنہ تو اجتماعی زندگی کے آداب اور لوگوں میں رہنے بسنے کا طریقہ آئے تو انسان کو وحشی بننے میں کچھ دیر نہیں لگتی۔

انسان کی شخصیت کو پرکھنے کا پیمانہ یہی ہے کہ وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ گھر میں کتنا مہذب اور اخلاق والا ہے۔ باہر کے لوگوں کو مصنوعی ملمع کاری سے متاثر کرنا آسان اور گھر والوں کو متاثر کرنا مشکل ہوتا ہے، کیونکہ گھر والے اُس کے ظاہر و باطن کو جانتے ہیں اور اُسے کھلی کتاب کی طرح دیکھتے ہیں۔ خاندان کیلئے اسلام نے جو کردار متعین کیا ہے، اُس کے بنیادی مقاصد درج ذیل ہیں:

(۱) نسل انسانی کی بقاء۔ (۲) عصمت کا تحفظ۔ (۳) سماجی اور معاشی تحفظ۔ (۴) جذبہ ایثار و قربانی کی پرورش۔ (۵) معاشرتی اقدار کا تحفظ۔ (۶) اعلیٰ اخلاقی اقدار اور صلۂ رحمی کا فروغ۔

اس خاندان کو اپنا کردار ادا کرنے کیلئے جس مضبوط ڈھانچے کی ضرورت ہے، وہ چار ستونوں پر قائم ہے۔

(۱) گھر اور حوصلہ افزائی۔ (۲) جنسی خواہش اور بچے۔ (۳) ہمدردانہ احساس پر مبنی خوبیاں۔ (۴) پناہ گاہ۔

اگر یہ ادارہ اس مضبوط ڈھانچے پر قائم ہو کر اپنا کردار ادا کرے تو سکون اور محبت کا زمزمہ پھوٹتا ہے۔ گھر ایک جنت کی مثال ہو جاتا ہے جس میں سارے کام بڑے حسن و خوبی سے سرانجام پاتے ہیں۔ بچوں کی مناسبت تربیت ہوتی ہے۔ تھوڑی کمائی میں بھی بڑی برکت ہو جاتی ہے۔ معذوروں اور بوڑھوں کی نگہداشت، مہمانوں کی خاطر تواضع اور رشتہ داروں کے ساتھ صلۂ رحمی کے ساتھ ایک مضبوط پناہ گاہ کا احساس ہوتا ہے۔ عورت گھر میں ہو تو بچے تعلیمی اداروں اور اپنے گھروں میں مناسبت تعلیم و تربیت پا کر اگلی نسل کو محفوظ، قابل اور باصلاحیت بنا دیتے ہیں اور معاشرہ ترقی کی منزلیں طے کرتا ہے۔

مگر جب یہ ترتیب اُلٹ دی گئی تو مساوات مرد و زن اور معاش کی دوڑ نے خاندان کے ادارے کو تباہ کرنا شروع کر دیا۔ آج گھروں کے ٹوٹنے کی وجہ سے خاندان نظام کا زوال اپنے کڑوے کسیلے پھل معاشرے کو دے رہا ہے۔ اس مرحلہ وار زوال میں سب سے پہلے خاندان کا ادارہ سکڑ کر (Nuclear Family) یعنی میاں بیوی اور ایک دو بچوں میں ڈھلا اور اب اگلے مرحلے میں (Single Parent Family) کی صورت

اختیار کرتے کرتے اسفل السافلین بن کر ذلت کی کھائیوں میں گرتا چلا جارہا ہے۔ نہ نکاح کی حرمت برقرار ہی نہ بچوں کی پیدائش کی ذمہ داری رہی اور جو بچے دنیا میں آرہے ہیں، وہ مظلوم، محروم اور جذباتی طور پر تباہی سے دوچار نظر آرہے ہیں۔ شکستہ خاندانوں کی وجہ سے گھر ٹوٹ رہے ہیں اور جب بنیادی اینٹ "گھر" ہی ٹوٹ جائے تو معاشرے کا بگاڑ اپنے عروج پر پہنچ گیا اور دنیا بگاڑ اور فساد سے بھر گئی۔

آج ہم ایک دوراہے پر کھڑے ہیں۔ ہمارا واسطہ اُس مغربی اور ہندوانہ تہذیب سے ہے جو اپنی تمام تر چکا چوند اور وسائل سے آراستہ ہو کر ہم حملہ آور ہے۔ ہم نے اپنی تاریخ بھلا دی ہے اور تاریخ قوموں کا حافظہ ہوا کرتی ہے اور جو قوم اُسے بھلا دے وہ حافظہ کھو کر جنون کا شکار ہو جاتی ہے اور بھٹکتی پھرتی ہے۔ اس تہذیب جدید کے اہداف میں محفوظ معاشرت کی حوصلہ افزائی، مساوات اور معاشی ترقی کے نام پر مسلمان عورت کو گھر کی محفوظ پناہ گاہ سے بے دخل کرنا، مرد عورت کو رفیق کے بجائے فریق بنا کر ہمارا افتخار یعنی خاندانی نظام تباہ کرنا شامل ہے۔

پروفیسر ماریہ گوائر اپنے تجزیے میں ۔۔۔ جو ترجمان القرآن مارچ ۲۰۰۱ء میں شائع ہوا۔۔۔ لکھتی ہیں "مغرب میں خاندانی نظام کی شکست وریخت کی قیمت شکستہ خاندانوں کی امداد میں بے پناہ اضافے کی صورت میں بچوں کی بحالی اور حفاظتی سینٹرز کے انتظامات، جرائم سے نبٹنے کے پروگرامات، منشیات کے استعمال میں اضافہ، کم عمر ماؤں کی صورت، معمر آبادی میں بے پناہ اضافے کی صورت، قابل ٹیکس افراد کی کمی کی صورت میں، عدالتی چکروں میں اضافے کی صورت میں اربوں ڈالر کے اضافی خرچ کی صورت میں ادا کرنا ہوتا ہے۔"

تاریخ کے اہم موڑ پر ہمیں یہ فیصلہ کرنے کی تاخیر نہیں کرنی چاہیے کہ ہر شخص اپنے حصے کا کردار ادا کرتے ہوئے اس خاندانی نظام کی حفاظت کرے۔ یہ سلسلہ کچے ذہن کی تربیت سے لے کر نکاح کے بندھن سے گزرتے ہوئے خاندان کا سربراہ بننے تک چلتا ہے۔ اس دوران میں ہر ہر موڑ پر ساخت وپرداخت کا عمل پوری محنت ومحبت سے کیا جانا چاہیے، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اس حوالے سے خاصی غفلت کا مظاہرہ سامنے آرہا ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ جن لوگوں کو کوشش کرنی چاہیے کہ گھرانے ٹوٹنے سے بچ جائیں، وہ عموماً زیادہ توجہ نہیں دیتے، جس کی وجہ سے معمولی سا واقعہ اور ہلکا سا جھگڑا کسی بڑے فساد کا سبب بن جاتا ہے۔

فکرودانش

داعی اور خطیب میں فرق

داعی اور خطیب میں بڑا فرق ہے۔ خطیب بس خطیب ہوتا ہے،اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ لیکن داعی ایک فکر کا علمبردار ہوتا ہے اور اس کی طرف خطابت، تحریر، عوامی گفتگو، اپنی خاص و عام زندگی کے نفع بخش اعمال اور تمام پروپیگنڈہ وسائل کے ذریعہ لوگوں کو دعوت دیتا ہے۔ وہ مصنّف اور مضمون نگار بھی ہوتا ہے تو خطیب بھی ہوتا ہے، عوامی گفتگوئیں بھی کرتا ہے اور کردار کا نمونہ بھی پیش کرتا ہے، وہ لوگوں پر اپنے کام اور اپنی شخصیت دونوں کے ذریعہ اثر انداز ہوتا ہے، وہ سوسائٹی کے فاسد نظام اور طریقہ کار کی اصلاح کرتا ہے وہ ایک سوشل ڈاکٹر ہوتا ہے دلوں کے امراض کا علاج کرتا ہے چنانچہ وہ تنقید بھی کرتا ہے اور جائزہ بھی لیتا ہے۔

اس کی زندگی اصلاح پر قائم ہوتی ہے۔ وہ ایک اچھا ساتھی اور دوست ہوتا ہے ،امیر و غریب سب کا بھائی ہوتا ہے۔ چھوٹے بڑے ہر ایک سے شفقت واحترام کا معاملہ کرتا ہے۔ انہی صفات کی وجہ سے ہم اس کی محبّت کا دریا موجزن دیکھتے ہیں۔ اسکی آنکھوں سے رحمت وشفقت چھلک رہی ہوتی ہے،اسکی زبان زخمی دلوں پر پھایا رکھتی ہوئی نظر آتی ہے اور اس کے ہاتھ کمزوروں کے لئے اُٹھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ داعی اپنے دائرے میں قائد ہوتا ہے،اپنے ماحول میں سیاستداں ہوتا ہے۔ اپنی فکر کا لیڈر ہوتا ہے اور اس فکر کے علمبرداروں کی رہنمائی کرتا ہوا نظر آتا ہے اور یہ ساری صفات تنہا خطابت کے حقوق ادا کرنے سے پیدا نہیں ہو جاتیں۔ بلکہ اس کیلئے اندرونی تاثیر چاہیئے۔ رُوحانی کمال چاہیئے ،خُدا سے مضبوط تعلق ہونا چاہیئے اور تاریخ کے تجربات اور لوگوں کے حالات سے عقل کا استفادہ کرنا ضروری ہے۔

اس سے میں خطابت کی قدر و قیمت کو گھٹاتا نہیں ،نہ دعوت کے لئے اس کی ضرورت و اہمیت سے انکار ہے، یہاں تو داعی کی صفات واضح کی گئی ہیں تاکہ ان باتوں کا مزاج اور ان کی روح آپ کے سامنے آجائے۔

اخبار واحوال

جامعہ و ملحقہ شعبہ جات کے معمولات و سرگرمیاں

محمد بلال خلیل

جامعہ تبلیغ القرآن

اصلاحی بیان:

اصلاح عقائد واعمال کے ذریعے اصلاح معاشرہ جامعہ کی اولین کوشش رہی ہے،اسی لئے جامعہ کے اساتذہ مختلف اوقات اور مقامات پر اصلاحی بیانات کا سلسلہ جاری کیے ہوئے ہیں جن میں عقائد واعمال کے علاوہ گھریلو مسائل، تربیت اولاد، معاملات کی درستگی، پردہ وغیرہ موضوعات کا انتخاب کیا جاتا ہے۔اسی مناسبت سے 11 ستمبر 2014 بعد نماز عصر مولانا حشمت علی صافی صاحب نے خواتین کی دلچسپی کے لیے "فضیلت واہمیت علم" کے موضوع اصلاحی بیان فرمایا۔

اختتام درس قرآن:

16 ستمبر 2014، "جامعہ تبلیغ القرآن یوسف آباد "میں رئیس جامعہ تبلیغ القرآن ، مولانا مفتی محمد ایاز صاحب کا 3 سالہ درس قرآن اختتام پذیر ہوا۔ختم قرآن کے موقع پر رئیس جامعہ نے قرآن پاک کی آخری سورتوں کا درس دیا اور آخر میں تفصیلی دعا مانگی۔

3-سالہ فاضل دینیات کورس (پارٹ ٹائم):

احسن طریقے سے دین کی خدمت انجام دینے ، علمی استعداد بڑھانے اور علوم دینیہ سے روشناس کرانے کے لیے ،جامعہ تبلیغ القرآن کے زیر اہتمام پارٹ ٹائم میں مختلف علوم (قرآنیات، احادیث، مختصر تعارف فقہ و اُصول فقہ، بنیادی عربی گرائمر[صرف و نحو]، مختصر علم میراث ،تاریخ و سیرت)پر مشتمل 3 سالہ فاضل دینیات کورس کا انعقاد کیا گیا۔جس کا داخلہ ٹیسٹ بروز جمعہ (26 ستمبر 2014) منعقد ہوا۔ ٹیسٹ میں تقریباً 122 طلباء نے شرکت کی۔13 اکتوبر 2014 سے اسباق کا باقاعدہ آغاز ہوا۔

عید ملن پروگرام :

جامعہ میں نماز ادا کرنے والے نمازیوں، پڑوسیوں، مشران علاقہ اور غیر مربوط ارکان کے لیے عید الاضحیٰ کے موقع پر دوسرے دن بعد العصر ایک مجلس اور طعام پروگرام منعقد کیا گیا۔ جس میں کثیر تعداد میں ساتھیوں نے شرکت کی۔

بنات جامعہ تربیتی اجتماع :

دُختران اسلام کی اپنی مادر علمی "جامعہ تبلیغ القرآن" سے دلی وابستگی کے اظہار اور میراث تعلیم و تربیت کا حصہ وصول کرنے کی خاطر ان کے شایان شان 12 اکتوبر 2014 کو پہلے سالانہ "تربیتی واصلاحی اجتماع" کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں تقریباً 300 خواتین نے شرکت کی۔ اس اجتماع میں تربیتی، اصلاحی، تنظیمی بیانات، حمد و نعت اور کلام اقبال کا انتخاب پیش کیا گیا۔ آخر میں جامعہ کی طرف سے شرکاء اجتماع کے لیے طعام کا پروگرام بھی کیا گیا۔

تبلیغ القرآن تعلیمی سوسائٹی

مکاتب کے دورہ جات :

- تبلیغ القرآن تعلیمی سوسائٹی کے زیر اہتمام ماہ ستمبر 2014 میں تمام مکاتب کا معائنہ کرنے، سوسائٹی کا نصاب عملی بنانے، اور مکاتب کی مجموعی کارکردگی بہتر بنانے کی غرض سے سوسائٹی انچارج قاری لقمان احمد صاحب نے دورے کیے۔
- سوسائٹی کی طرف سے 27 ستمبر کو نیو سرحد ماڈل سکول مومن ٹاؤن میں بزم ادب کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں سکول کے بچوں نے تقریر، نعت اور تلاوت میں حصہ لیا۔ اور پوزیشن لینے والے بچوں میں انعامات تقسیم کیے گئے۔

بنات ذیلی شاخوں کے دورہ جات :

مرکز (جامعہ تبلیغ القرآن) سے ملحقہ بنات کی ذیلی شاخوں کا معائنہ کرنے، تبلیغ القرآن تعلیمی سوسائٹی کا نصاب عملی بنانے، شاخوں کو منظّم کرنے، ان کی مجموعی کارکردگی بہتر بنانے اور شاخوں میں اصلاحات کی غرض سے ماہ ستمبر 2014 میں سرپرست اعلیٰ، ناظمہ اعلیٰ اور امیر خواتین صاحبات پر مشتمل وفد نے ذیلی شاخوں کے دورے کیے۔

درس نظامی

درس نظامی، ماہانہ بزم ادب:

دعوت حق کی تبلیغ و ترویج کے لیے طلبہ میں تقریر کی صلاحیت پیدا کرنے کے لیے 19 ستمبر 2014 کو ماہانہ بزم ادب (انجمن) کا انعقاد کیا گیا جس میں تمام درجات کے طلبہ نے حصہ لیا۔

درس نظامی "انجمن طلبہ" کی شوریٰ کا اجلاس:

طلبہ کے فکر و کردار کی تعمیر اور اخلاقی تربیت کرنے، ان کی پوشیدہ صلاحیتوں کو ہم نصابی سرگرمیوں کے ذریعے اجاگر کرنے اور مختلف سرگرمیوں کے ذریعے طلبہ میں باہم ربط، اتحاد و اتفاق، نظم و نسق، اجتماعیت، رفاہی خدمات اور ایثار و تعاون کا جذبہ پیدا کرنے کی غرض سے 23 ستمبر 2014 کو "انجمن طلبہ" کی شوری منعقد ہوئی۔ جس میں انجمن طلبہ کے امیر، نائب امیر اور خزانچی کا تقرر کیا گیا۔

درس نظامی، ماہانہ جائزہ:

2 اکتوبر 2014 کو درس نظامی کے طلبہ و طالبات کا ماہانہ جائزہ لیا گیا اور نتائج کا اعلان کیا گیا۔ جس میں جامعہ کے پہلی پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ و طالبات میں انعامات تقسیم کیے گئے۔

تنظیمی سرگرمیاں

شب مذاکرہ:

اراکین جماعت کی روحانی تربیت، تعلق مع اللہ اور تقویٰ کے حصول میں معاونت کے لیے 6 ستمبر 2014 کو شب مذاکرہ (اصلاحی و تربیتی مجلس) منعقد ہوا۔ جس میں خاص اراکین نے شرکت کرکے تربیت حاصل کی۔

مقنّنہ اجلاس:

شعبہ جات کی کارکردگی کا جائزہ لینے، اخراجات کی منصوبہ بندی اور آئندہ کے لیے ہدایات و پلاننگ کے حوالے سے 26 ستمبر 2014 اور 9 اکتوبر 2014 کو مقنّنہ کے اجلاس ہوئے جس میں اراکین مقنّنہ نے شرکت کی۔

دوسرا ماہانہ یک روزہ سیکریٹیریٹ:

کم وقت میں زیادہ کام کرنے کی صلاحیت پیدا کرنے، اجتماعی کام کرنے کی عادت ڈالنے، ماہانہ بنیاد پر تمام شعبہ جات کی کارکردگی بہتر بنانے، شعبہ جات کے درمیان اشتراک کار (کوآرڈینیشن) پیدا کرنے، مختلف

امور ایک وقت میں فیصلہ کرنے، شعبہ کا ریکارڈ اپڈیٹ اور ڈسکس کرنے ، منظّم جدوجہد اور تحریک کی مجموعی کارکردگی بہتر بنانے کے لیے 28 ستمبر 2014 تحریک کا دوسرا ماہانہ یک روزہ سیکٹریٹ قائم کیا گیا۔

سہ روزہ تربیتی ورکشاپ برائے ناظمین:

مرکز سے ملحقہ یونٹس کو منظّم کرنے اوران کی مجموعی کارکردگی بہتر بنانے کی غرض سے 31 اکتوبر 2014 سے ناظمین و نائب ناظمین یونٹس کے لیے 3 روزہ تربیتی ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں ناظمین و نائبین یونٹس کو تنظیمی امور کے حوالے سے تربیت دی گئی۔

تنظیمی دورہ جات:

مرکز سے ملحقہ یونٹس کے تنظیمی امور کا جائزہ لینے، یونٹس کو منظّم کرنے، ان کی مجموعی کارکردگی بہتر بنانے اور یونٹس میں اصلاحات کی غرض سے ماہ ستمبر 2014 میں سرپرست اعلیٰ مفتی محمد ایاز، امیر اعلیٰ مولانا حشمت علی اور ناظم یونٹس انجینئر شمس الحق صاحبان پر مشتمل وفد نے تمام یونٹس کے تنظیمی دورے کیے۔ جس میں یونٹس کو فعال بنانے کے لیے مندرجہ ذیل امور سونپے گئے:

۱۔ متعلقہ یونٹ میں درس قرآن کی پابندی کرنا۔ ۲۔ متعلقہ یونٹ میں دعوت منظّم اور فعال بنانا۔

۳۔ ماہانہ شوریٰ کی پابندی کرنا۔

۴۔ متعلقہ یونٹ کے ارکان کی تربیت کے لیے مسلسل تربیتی کلاسوں کا اہتمام کرنا۔

۵۔ متعلقہ یونٹ کا مالیاتی نظام (فنڈ) منظّم کرنا۔

۶۔ متعلقہ یونٹ میں نئے افراد کو شامل کرنا اور مرکزی پروگرامات میں اراکین کی شرکت یقینی بنانا۔

مختلف یونٹس میں کی جانے والی اصلاحات اور تنظیم نو کی تفصیلات مندرجہ ذیل ہیں:

- علی زر کالونی (01/9/2014):

شوریٰ کے فیصلے کے مطابق یونٹ کے سرپرست جناب محمد انور صاحب، ناظم یونٹ جناب تیمور صاحب اور خزانچی جناب محمد لطیف صاحب مقرر کیے گئے ہیں۔

- سعید آباد (04/9/2014):

شوریٰ کے فیصلے کے مطابق یونٹ کے سرپرست جناب ملک ارشد صاحب، ناظم یونٹ جناب قاری سہیل صاحب، خزانچی جناب حاجی بہاؤالدین صاحب اور ملک بلال احمد مجلّہ کے ذمہ دار مقرر کیے گئے ہیں۔

- **خیبر کالونی (14/9/2014):**

شوریٰ کے فیصلے کے مطابق یونٹ کے ناظم جناب محمد فرقان صاحب اور نائب ناظم جناب سلمان صافی مقرر کیے گئے ہیں۔

- **مشترک گل آباد (21/9/2014):**

شوریٰ کے فیصلے کے مطابق یونٹ کا نام تبدیل کرکے "رنگ روڈ یونٹ" رکھ دیا گیا ہے۔ یونٹ کا ناظم جناب مولوی محمد شاہ صاحب، نائب ناظم جناب قاری عزت اللہ صاحب اور خزانچی جناب حضرت عثمان صاحب مقرر کیے گئے ہیں۔

- **فقیر آباد (23/9/2014):**

شوریٰ کے فیصلے کے مطابق یونٹ کا ناظم جناب قاری عبدالرب صاحب، نائب ناظم جناب محمد ندیم صاحب مقرر کیے گئے ہیں۔

- **متفرق یونٹس (20,25,26/9/2014):**

مذکورہ تاریخوں کے مطابق بالترتیب افغان کالونی (مولانا مجاہد صاحب)، حسین ٹاؤن (ناصر اقبال و مولانا عبدالباری صاحب) اور میاں گجر (قاری عابد علی و عباس صاحب) یونٹس کے تنظیمی دورے کیے گئے۔

مختلف سرگرمیاں

اختتام ترجمہ قرآن:

12 ستمبر 2014، جامعہ کی ذیلی شاخ "مدرسہ میمونہ انیس آباد" میں 30 لڑکیوں نے ترجمہ قرآن پاک ختم کیا۔ اس موقع پر رئیس جامعہ تبلیغ القرآن، مولانا مفتی محمد ایاز صاحب نے ترغیب الی القرآن پر بیان جبکہ نائب مفتی جامعہ تبلیغ القرآن، مفتی ضیاء الحق صاحب نے آخری سورتوں کا درس دیا۔

اختتام ناظرہ و ترجمہ قرآن:

14 ستمبر 2014، جامعہ کی ذیلی شاخ "مدرسہ اُم سُلیم للبنات یوسف آباد" میں بچیوں نے ترجمہ قرآن پاک ختم کیا۔ اس موقع پر رئیس جامعہ تبلیغ القرآن، مولانا مفتی محمد ایاز صاحب نے ترغیب الی القرآن پر بیان کیا۔

العلم ایجوکیشن

PMCمیڈیکل کالج پشاور، وزٹ:

30 ستمبر 2014، جامعہ کے وفد (مفتی مولانا محمد ایاز، ڈاکٹر حشمت علی، اور قاری لقمان احمد صاحبان) نے PMCمیڈیکل کالج کے ڈائریکٹر ڈاکٹر نجیب الحق صاحب سے العلم ایجوکیشن سسٹم (AES) اور تبلیغ القرآن تعلیمی سوسائٹی (TTS) کے حوالے سے میٹنگ کی۔

تحریک اصلاح تعلیم ٹرسٹ، وزٹ:

1 اکتوبر 2014، جامعہ کے وفد (مفتی مولانا محمد ایاز، ڈاکٹر حشمت علی، جناب یوسف ظفر اور جناب شکیل احمد صاحبان) نے "تحریک اصلاح تعلیم ٹرسٹ، علامہ اقبال ٹاؤن لاہور" کا دورہ کیا۔ اور ٹرسٹ کے سرپرست ڈاکٹر محمد امین صاحب کے ساتھ نشست ہوئی۔ جس میں العلم ایجوکیشن سسٹم (AES) کے نصاب، نظام، سکول کے قیام اور جامعہ کے نظام تعلیم کے حوالے سے میٹنگ ہوئی اور انھوں نے اپنی قیمتی آراء و تجاویز پیش کیں۔

پائنیرز سکول سسٹم، وزٹ:

8 اکتوبر 2014، جامعہ کے وفد (مفتی مولانا محمد ایاز، ڈاکٹر حشمت علی، جناب یوسف ظفر اور جناب شکیل احمد صاحبان) نے "پائنیرز سکول سسٹم، واہ کینٹ" کا دورہ کیا۔ اور سکول کے نظام و نصاب کا جائزہ لیا۔

خادم ویلفیئر سوسائٹی (KWS)

چرم قربانی مہم:

05 اور 06 اکتوبر 2014، "خادم" کے زیر اہتمام چرم قربانی مہم چلائی گئی جس میں خادم کو 236 کی تعداد میں چرم قربانی عطیہ وصول کیے گئے۔

خادم ٹیمز میٹنگز: کنوینئر جناب ذیشان عابد صاحب کی "فنڈ ریزنگ ٹیم"، "خدمت ٹیم" اور "میڈیکل ٹیم" کے ٹیم لیڈرز کے ساتھ اکتوبر 2014، مختلف امور پر میٹنگز منعقد ہوئیں۔ جس میں خصوصاً 9 نومبر 2014 کو "میڈیکل کیمپ" منعقد کرنے پر فیصلہ کیا گیا۔

کُکنگ کلاس (Cooking Class): "خادم و من ٹیم" کی جانب سے 21 ستمبر تا 28 ستمبر 2014 سے 6 روزہ "کُکنگ کلاس" کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں خادم و من ونگ ورکرز کو کھانے پکانے کے حوالے سے ٹریننگ دی گئی۔

جامعہ تبلیغ القرآن، یوسف آباد پشاور.....ایک نظر میں

رپورٹ (۱۴۳۵ھ.....2014)

جامعہ تبلیغ القرآن (JTQ):

عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ ایک مذہبی، تعلیمی، فکری اور رفاہی ادارہ۔ جو کہ حکومت پاکستان سے رجسٹریشن نمبر (614) کے تحت رجسٹرڈ اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے الحاق نمبر (11030) کے تحت ملحقہ ادارہ ہے۔ جس کی بنیاد 1998ء میں رکھی گئی ہے۔

زمینی رقبہ: 2.5 کنال

عمارات: جامع مسجد، جامعہ (للبنین والبنات)، دارالاقامہ (ہاسٹل)، جامعہ گارڈن

دیگر ادارے:

(1) خادم ویلفیئر سوسائٹی (KWS) (2) تنظیم (Organization)

(3) العلم ایجوکیشن سسٹم (AIES) (4) العلم پبلی کیشن (Al-Ilm Publication)

(1) خادم ویلفیئر سوسائٹی (KWS):

خادم بلاامتیاز نسل، مذہب وسیاسی وابستگی، خلق خدا خصوصاً انسانیت کی بھلائی وخدمت کے لیے قائم کردہ ایک خود مختار، غیر سرکاری اور حکومت پاکستان سے رجسٹریشن نمبر (6105) کے تحت منظور شدہ رفاہی ادارہ ہے۔

(2) تنظیم (Organization):

مختلف علاقوں اور یونٹس میں دروس قرآن اور دعوت دین کو احسن طریقے سے انجام دینے کی ایک منظم کوشش۔

(3) العلم ایجوکیشن سسٹم (AES):

عصری و دینی تعلیم کا حسین، موثر اور قابل عمل (Practical) تعلیمی نظام ہوگا۔ جس کے عملی نفاذ کے سلسلہ میں دیگر تیاریوں اور اقدامات کے ساتھ ساتھ ابتدائی طور پر ایک پرائمری سکول 2015 میں شروع کرنے کا ادارہ ہے۔ اس ادارہ کے لیے 13 مرلہ قطعہ زمین پر ضروری عمارت کی تعمیر مطلوب ہے۔

(4) اشاعت اکیڈمی /العلم پبلی کیشن (Al-ilm Publication) :

پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے ترویج اسلام کے لیے کوشاں ادارہ۔

جامعہ کے شعبہ جات:

☆ ایڈمنسٹریشن (انتظامیہ) ☆ تصنیف و تالیف ☆ اصلاح وارشاد
☆ شعبہ علماء و طلباء ☆ دارالافتاء ☆ شعبہ خواتین
☆ شعبہ مالیات ☆ شعبہ تعلقات عامہ ☆ شعبہ دعوت
☆ شعبہ دیکھ بھال ☆ شعبہ لائبریری ☆ شعبہ مشران
☆ شعبہ انفارمیشن ٹیکنالوجی (ویب سائٹ، کمپیوٹر کورسز، ریکارڈ منجمنٹ، شعبہ سمع وبصر)
☆ نشرواشاعت (کتب ورسائل، دعوتی لٹریچر، مجلّہ تبلیغ القرآن، پوسٹر و فلیکس)
☆ خدمت خلق

جامعہ کے تعلیمی سلسلے:

☆ درس نظامی (بنین، بنات) ☆ تکملہ کورس للبنات ☆ کلیۃ الشریعہ
☆ فاضل دینیات کورس ☆ فاضلہ دراسات کورس (صبح) ☆ فاضلہ دینیات کورس (عصر)
☆ تعلیم بالغان ☆ تبلیغ القرآن تعلیمی سوسائٹی (قاعدہ، ناظرہ، لفظی ترجمہ،)
☆ شعبہ قراء و حفاظ ☆ دروس قرآن (خواتین، حضرات) ☆ شعبہ تعلیمات عمومی
☆ سیمنارز ☆ تربیتی ورکشاپس ☆ تعلیم دین کورس
☆ حج تربیتی کلاسز ☆ عربی لینگویج ☆ دورہ میراث ☆ تدریب المعلمین
☆ دورہ تجوید ☆ درس قرآن کیسے کیا جائے؟ ☆ قرآنی جغرافیہ ☆ تجہیز و تکفین کورس

جامعہ کے جدید دعوتی ذرائع:

(1) ہفتہ وار کالم + دینی مسائل (روزنامہ صبح، روزنامہ آئین، آواز خیبر) بروز جمعہ
(2) دینی نشریات و پروگرامات (ریڈیو پاکستان) (3) مجلّہ تبلیغ القرآن
(4) ویب سائٹس: www.alishaat.com www.jtqelearninig.com
www.khadimws.org www.alilmeducation.org
(5) سوشل میڈیا: www.facebook.com/jamiatq
www.facebook.com/khadimws www.facebook.com/taleemisociety

جامعہ (مرکزی کیمپس) عملہ (Staff) کی تعداد: 115

جامعہ میں اس وقت مختلف اوقات و شعبہ جات میں کل 115 افراد پر مشتمل عملہ مختلف امور انجام دیتے ہیں۔ جس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

درس نظامی (بنین) میں عملہ کی تعداد:	12	درس نظامی (بنات) میں عملہ کی تعداد:	10
ایڈمن میں عملہ کی تعداد:	11	خادم ویکیشنل سنٹر میں عملہ کی تعداد:	2
فاضلہ دینیات کورس میں عملہ کی تعداد:	5	کلیۃ الشریعہ میں عملہ کی تعداد:	2
شعبہ جات میں ذمہ داران و عملہ کی تعداد:	18	مجلّہ تبلیغ القرآن میں عملہ کی تعداد:	4

تبلیغ القرآن تعلیمی سوسائٹی میں عملہ کی کل تعداد: 51 ہے جس میں:

شعبہ اطفال (بنین) میں عملہ کی تعداد: 23		شعبہ اطفال (بنات) میں عملہ کی تعداد: 28	
i۔ انتظامی ذمہ داران:	7	i۔ انچارج لائبریری:	1
ii۔ حفظ و تجوید:	2	ii۔ ترجمہ قرآن:	5
iii۔ ترجمہ قرآن:	6	iii۔ ناظرہ:	10
iv۔ ناظرہ:	4	iv۔ قاعدہ:	12
v۔ قاعدہ:	4		

جامعہ (مرکزی کیمپس) میں طلباء، طالبات اور شرکاء کی کل تعداد: 1376

کل طلبا:		کل طالبات:	
درس نظامی:	80	درس نظامی:	87
دارالاقامہ میں مقیم:	36	تکملہ کورس:	25
کل شرکاء درس قرآن:	82	فاضلہ دینیات:	81
حفاظ کی تعداد:	79	تعلیم بالغان میں شرکاء کی تعداد:	12

(قاعدہ، ناظرہ، لفظی ترجمہ میں) بچوں کی تعداد: 480

(قاعدہ، ناظرہ، لفظی ترجمہ میں) بچیوں کی تعداد: 450

آئندہ منصوبے:

(I) جامعہ نیو کیمپس (II) العلم ایجوکیشن سسٹم (AIES) اور سکول کا قیام

جامعہ، تمام شعبہ جات (مختلف کورسز) اور ملحقہ شاخوں میں کل طلباء وطالبات کی تعداد: 12524

تبلیغ القرآن تعلیمی سوسائٹی کل طلبا وطالبات کی تعداد: 7774

جامعہ سے ملحقہ شاخیں اور درسگاہیں:

(بنین) شاخوں کی تعداد: 5 (بنات) شاخوں کی تعداد: 17

زیر نگرانی دیگر دروس کی تعداد (حضرات): 46 زیر نگرانی دیگر دروس کی تعداد (خواتین): 86

زیر نگرانی دیگر دروس و مختلف کورسز میں شرکا (حضرات): 2511

زیر نگرانی دیگر دروس و مختلف کورسز میں شرکا (خواتین): 1793

فارغ التحصیل طلبا و طالبات کی تعداد: 3260

جامعہ کے زیر سرپرستی جامعہ (مرکزی کیمپس)، تمام شعبہ جات (مختلف کورسز) اور ملحقہ شاخوں سے فارغ ہونے والے علما، طلبا اور طالبات کی تعداد:

درس نظامی سے فارغ ہونے والی عالمات کی تعداد: 46

سالانہ دورہ تفسیر سے فارغ ہونے والے سند یافتہ خواتین و حضرات کی تعداد: 750

روزانہ درس قرآن سے فارغ ہونے والے سند یافتہ خواتین و حضرات کی تعداد: 350

شعبہ لفظی ترجمہ، ناظرہ و قاعدہ سے فارغ ہونے والے بچوں اور بچیوں کی تعداد: 800

شعبہ حفظ سے فارغ ہونے والے حفاظ کی تعداد: 18

فاضلہ دینیات سے فارغ ہونے والی فاضلات کی تعداد: 96

تعلیم دین کورس سے فارغ ہونے والے سند یافتہ ملحقہ خواتین و حضرات کی تعداد: 1200

نوٹ: یاد رہے رمضان المبارک اور گرمی کی چھٹیوں میں ملک کے اکثر و بیشتر حصوں میں اہل مساجد و مدارس اور نجی اداروں کے ذمہ داران اپنے ہاں تعلیم دین کورس کا اہتمام کرتے ہیں۔ الحمد اللہ 11 سالوں میں جامعہ سے 20 ہزار سے زائد تعلیم دین کورس مختلف زبانوں (اُردو، پشتو، فارسی) میں جاری ہو چکے ہیں۔